

شمس الاسلام

ماہنامہ

* بھیرہ (پاکستان) *

* * *

بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۷۶ھ

مطابق ماہ دسمبر ۱۹۵۶ء

★

تحت ادارہ

غلام حسین | امیر حزب لائبرل بھیرہ | تین روپہ
مدیر مسئول | مولانا الحاج (قشقر) احمد اکوئی | سالانہ چاندہ
(پاکستان)

سالانہ چندہ

عوام سے ۲۱/۱۰
طلبہ سے ۲/۵

سالانہ چندہ

معاذین سے ۲/۵
غیر مالک سے ۱/۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ریسڈنٹ مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بگوی میر تہذیب الانصار بھیرہ رجم

حزب الانصار بھیرہ

اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ

انوار و مقاصد (۱) دار اندرونی و بیرونی حلقوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔
 (۲) اصلاح رسوم باتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔
 (۳) بڑیہ شمس الاسلام کا اجراء دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت
 طریق کار (۱) تمام دیے دیے (۲) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی میں ایک چارہ ہے (۳) عظیم الشان سالانہ کانفرنس
 (۴) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہزارہ سالانہ تبلیغی دورہ (۵) کتب خانہ (۶) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ ہرگز نہ کی جائے تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مقامین ہر ماہ کی دس تاریخ کو وصول ہوتے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون
 نگار صاحبان کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں (۲) ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ رکنیت کم از کم چار ماہ ہوا
 یا تین روپے سالانہ مقرر ہے (۳) عام سالانہ چندہ سے، معاذین سے، طلبہ سے، بڑیہ سے، غرض کہ ہر ایک کے گھٹ مو وصول ہونے
 پر بھیجا جاتا ہے (۴) رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد ہندیہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض مسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں
 فریاد کی طرف سے ہمیشہ کی ہر تاریخ تک اطلاع موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔
 (۵) جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے (۶) ہندوستان والے اپنا چندہ حاجی فضل اسی محمد البیدی صاحبان کمیشن انجمن اہل بیت کو اب مسجد
 شریعتی بھیرہ دھندوستان کو ہندیہ مٹی آرڈر سال کریں (۷) ہرنگ ڈاک اور خطوط ہرنگ ہوں گے۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل رسالہ غلام حسین ایڈیٹر شمس السلام بھیرہ پتہ ہونی چاہئے۔

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا
 رسالہ ہندیہ وی پی ارسال ہوگا۔ جس کے ذرا اخراجات سے پہنچنے کے لئے
 بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ ہندیہ مٹی آرڈر بھیجیں۔ فریڈریک منٹو
 نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا دہی پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو نافع

سرخ نشان

نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خیر دہی نمبر کا حوالہ ضرور دیں

غلام حسین ایڈیٹر رسالہ شمس السلام

(بمیرہ)	<p>۴۸۶</p> <h1>شمس الاسلام</h1> <p>ماہنامہ</p>
جلد ۲۷	<p>۱۳۷۴ھ ۱۳ جمادی الاول مطابق ماہ دسمبر ۱۹۵۴ء</p> <p>شمارہ ۱۲</p>

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	نمبر صفحہ
۱	بزم انصار	ادارہ	۴
۲	شذرات	"	۵
۳	معارف قرآن	"	۹
۴	بابائے الہدیت	"	۱۲
۵	مفتور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بدلہ لینے کا صلئے عام	"	۱۴
۶	حیثیت ابوذر غفاریؓ بحیثیت مجذوب	"	۱۶
۷	مثالی فرماں روا	محترم جناب ماہر القادری صاحب	۱۹
۸	خارجیوں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی گفتگو	ادارہ	۲۳
۹	شاہجہان کی نظربندی اور اس کے اسباب	"	۲۷

انتظام غلام حسین ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر شائی برقی پریس سرگودھا میں چھپکے دفتر تحریک شمس الاسلام جامع مسجد بمیرہ سے شائع ہوا۔

بزم انصار و کوائف کارکردگی حزب انصار بھیرہ

(ادارہ)

دائرہ العلوم عزیزہ : وَاللَّعْلُومِ میں بفضلہ تعالیٰ سلسلہ تعلیم و تدریس جاری و ساری ہے۔ جس میں مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی مدد المدرسین، مولانا حافظ فضل کریم صاحب معلم فنی فاضل کلاس، مولانا محمد عظیم صاحب، و حافظ غلام یلین صاحب درس القرآن نہایت محنت و جانفشانی سے معروف تدریس ہیں۔

تبلیغ : سالانہ تبلیغی دورہ انشاء اللہ العزیز عنقریب شروع ہونے والا ہے۔ پر وگرام مرتب کیا جا رہا ہے۔

جامع مسجد : جامع مسجد میں دریوں کی جسامت سائیں موجود نہیں تھیں۔ اس کے لئے گکٹریں فی الحال تین صد گز لمبی صفیں بنانے کا آرڈر دیا گیا ہے۔

شمس الاسلام : مندرجہ ذیل حضرات نے شمس الاسلام کی خریداری قبول فرمائی۔ بزم انصار بھیرہ :

- | | |
|--|--|
| محترم عبدالمالک صاحب مری۔ | محترم مولانا حافظ خان محمد صاحب کالہ۔ |
| محترم خواجہ محمد وادش صاحب لائل پور۔ | محترم صفی محمد یلین صاحب کراچی۔ |
| محترم حضرت صاحبزادہ محمد زاہد صاحب موسیٰ زئی شریف۔ | محترم سید یون محمد شاہ صاحب کھوکھر سندھ۔ |
| محترم میاں محمد عالم صاحب لالہ موسیٰ۔ | محترم مولوی چمن الدین صاحب چاکا وال۔ |
| محترم حافظ محمد الدین صاحب شیر محمد والہ۔ | محترم حاجی عبد الرحیم صاحب چک دادا اس۔ |
| محترم نواب زادہ حمید اللہ صاحب علی زئی کراچی۔ | محترم داہرہ محمد الحمید صاحب کوڑے کوٹ۔ |
| محترم محمد عبد الرحیم صاحب تونسہ شریف۔ | محترم صفی احمد یار صاحب گوندل چاوہ۔ |
| محترم ایم محمد بشیر صاحب کوٹ مومن۔ | |

شذرات

————— (اداسی) —————

کی بہترین سپاہ تھی۔ جس کے مقابلہ میں مصر اپنی ایک لاکھ فوج میں سے صرف پچاس ہزار سپاہ مقابلہ پر لاسکا۔ اور یہ آدھی فوج بھی اس طرح بٹی ہوئی تھی کہ اس کا ایک حصہ غازہ کی حفاظت کر رہا تھا۔ اور باقی نصف نرسوئز کی حفاظت پر متعین تھا۔

عام طور پر یہی سمجھا گیا تھا کہ مصر جیسا ایک چھوٹا سا کمزور ملک ان تین طاقتوں سے کسی طرح عہدہ برآ نہ ہو سکے گا۔ اور اعداد و تین ہی دن میں نرسوئز پر قابض ہو جائیں گے۔ مگر یہ خیال غلط نکلا۔ جس طرح امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے اسرائیل کو اعلیٰ درجہ کے سامان حرب سے لیس کر رکھا تھا، اسی طرح روس نے بھی گذشتہ ایک سال کے اندر مصریوں کو اسلحہ کی بہت بڑی مقدار جیٹا کر کے ان کو قومی پشت کر دیا تھا۔ چنانچہ ارنو مبر کو لندن میں برطانیہ کے سرکاری خدائے نے بتایا کہ سوویٹ یونین (یعنی روس) نے ایک سال میں مصر کو ایک ارب روپے سے بھی زیادہ مالیت کی فوجی امداد دی۔ برطانیہ اور فرانس اپنی غلط فہمی سے مصر کو ایک ترقمہ سمجھے بیٹھے تھے۔ مگر تجربہ نے انہیں بتا دیا کہ مصری فوج قلیل التعداد ہونے کے باوجود اسرائیلی سپاہ سے بھی بہتر طریق پر مسلح ہے۔ اور ہر جگہ کا کھ توڑ جواب دینے کی قابلیت رکھتی ہے۔

برطانیہ اور فرانس نے اسرائیل سے سازش کی کہ اس کو شش میں مصر پر تہ بول دیا تھا، کہ ان کی وحشیانہ بمباری مصر کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیگی۔ اور صدر نامہ کی جگہ کوئی ایسی کٹ پتلی حکومت قائم ہو جائیگی جو برطانیہ اور فرانس کا ہر استعماری مطالبہ پورا کرے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے سب سے پہلے اسرائیل کو پیش قدمی کے لئے کھڑا کیا۔ گو اسرائیل ایک چھوٹی سی ریاست ہے، مگر وہ فوجی طاقت میں بعض بڑی سلطنتوں سے بھی گئے سبقت لے گئی ہے۔ دوسری عالمگیر جنگ کے دوران میں برطانیہ اور امریکہ نے اپنی قوت بازو بنانے کے لئے کم از کم ۲۵ ہزار یہودیوں کو ایسی زبردست جنگی تعلیم دی تھی، کہ وہ دنیا کے بہترین جنگجو سپاہیوں میں شمار ہونے لگے۔ اس کے بعد بھی برابر اعلیٰ پیمانہ پر ان کی فوجی تربیت ہوتی رہی۔ اور اسی کے ساتھ امریکہ برطانیہ اور فرانس نے اسرائیل کو ہر قسم کے جدید ہتھیاروں کا بہت بڑا ذخیرہ دیا اور بھی زیادہ طاقتور بنا دیا۔

۳۰ اکتوبر کو برطانیہ کی انگریخت پر اسرائیل نے اپنی اڑھائی لاکھ فوج کے ساتھ مصر پر چانگ چڑھائی کر دی۔ اور دوسرے دن برطانیہ اور فرانس بھی ایک لاکھ ساٹھ ہزار فوج اور زبردست ہوائی طاقت کے ساتھ پڑھ دوڑے۔ یہ چار لاکھ سے بھی زائد فوج دنیا

یونہی اعداء کے چڑھ آنے کی خبر مشہور ہوئی، جامع اذہرنے جو دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہے۔ اعلان جہاد کے بعد تمام درسگاہیں بند کر دیں۔ اور ہر مسلمان کو شریک معزا ہونے کی تلقین کرتے ہوئے حکم دیا کہ سامراجی حملہ آوروں کو سرزمین مصر پر ہرگز قدم نہ رکھنے دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مصر کا ہر پرورد جوان سردھڑکی بازی لگا کر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور عامۃ المسلمین نے اپنی فوج کے ساتھ مل کر چھاتہ بردار دستوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ دشمن کے پیراشوٹی (چھاتہ بردار) سپاہی جہاں جہاں اور جوں جوں اترتے تھے، مجاہدین اسلام ساتھ ہی ساتھ ان کو گولیوں کا نشانہ بنا کر قہر جہنم میں بھیجتے جاتے تھے۔ اس طرح ہزاروں اعداء دو تین کے اندر بحر عدم میں پہنچا ڈٹے گئے۔ پورٹ سعید میں اترنے والی فوج کے فرنگی کمانڈر نے خود تسلیم کیا کہ ہماری فوج کو ہر جگہ مصریوں کی طرف سے سخت مقابلہ کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ چودہ چودہ سال کے مصری بچے بھی ہمارے خلاف لڑنے کے لئے میدان میں نکل آئے تھے۔

برطانیہ اور فرانس کے لئے ایک اور حقیقت بھی یاس انگیز ثابت ہوئی۔ یہ دونوں اس غلط فہمی کا بھی شکار تھے، کہ دوسرے عرب ممالک (سعودی عرب، عراق، شام، اردن، برطانیہ اور فرانس کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی بجائے اپنی آمدنی اور منافع کو زیادہ عزیز رکھیں گے، جو مغربی کمپنیاں تیل کی قیمت میں انہیں دے رہی ہیں۔ لیکن

شام، سعودی عرب اور اردن علی رغم اعداء معا مصر کی امداد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اب یہ حقیقت بھی منظر عام پر آچکی ہے، کہ انہوں نے اپنے اپنے علاقوں کی طرف سے بڑھ کر اسرائیل پر حملہ کرنا چاہا تھا۔ مگر جمال نا صرنے اذہا دور اندیشی ان کو دوسرا محاذ جنگ قائم کرنے کی اجازت نہ دی۔ اور سعودی عرب اور شام کو مشورہ دیا کہ وہ محض اردن کی حفاظت کے لئے اپنی اپنی فوج اردن بھیج دیں۔ اس مشورہ کے بموجب دونوں ملکوں نے اپنی اپنی فوجیں اردن روانہ کر دیں۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ عربوں نے تیل کی پائپ لائن کاٹ کر یورپی قوتوں کے ذرائع مواصلات اور صنعتوں کو بھی کاری ضرب لگائی۔ اسی کے ساتھ غیور و باہمت عربوں نے برطانیہ اور فرانس سے اپنے سفارتی تعلقات قطع کر کے اور سعودی عرب نے برطانیہ اور فرانس کو تیل کی فراہمی بند کر کے بھی اپنی غیرت ملی کا ثبوت دیا۔ کاش دنیا کے دوسرے مسلمانوں میں بھی یہی جذبہ بغیر کا فرما ہوتا، جس کا ثبوت عربوں نے دیا ہے۔

کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر کفار کسی دارالاسلام پر حملہ آور ہوں تو ہر بالغ مرد اور ہر بالغ عورت پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں نکل سکتی۔ لیکن جب اعدائے اسلام اسلامی بلاؤں پر چڑھ آئیں تو عورتیں اس بات کی مامور ہیں کہ اپنے شوہروں کی بلا اجازت، اور غلام اپنے آقاؤں سے پوچھے بغیر جہاد کو نکل کھڑے ہوں۔ جہاد مصر کا ایک قابل تحسین پہلو یہ ہے، کہ اس میں حکیم شریعت کے بموجب مسلم خواتین نے بھی پوری طرح

کے لئے شام میں اپنے ہوائی جہاز آکر اتحادی حملہ آوروں کو لڑائی بند کرنے پر مجبور کیا، تو اس پر اسلامی دنیا عموماً اور عرب قوم خصوصاً اس کی بڑی ممنون احسان ہے۔ چنانچہ اس اظہار تشکر و امتنان کے لئے عرب ملکوں سے ہزاروں تار و سی و زیر اعظم کے نام بھیجے گئے۔ اور لب دنیا بھر کے کلمہ گو اس پر مائل دکھائی دیتے ہیں، کہ مسلمان برطانیہ اور امریکہ سے رشتہ اتحاد توڑ کر روس سے پیان مؤدت استوار کر لیں۔ لیکن اس راہ میں بہت بڑا سنگ گراں یہ عاقل ہے، کہ روسی کمیونسٹ دین و مذہب چھڑائے بغیر کسی سے خوش نہیں ہوتے۔ حالانکہ دین و ایمان ایک سچے مسلمان کو جان و مال اور زن و فرزند سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ کمیونزم (اشتراکیت) اور اسلام بالکل دو متضاد فکر و عمل اور طریق بود و ماند پیش کرتے ہیں۔ ایک نظام وہ ہے جس کے فکر و عمل کے تار و پود میں غذائے برتر اور دین و ملت کے تصور کی کہیں کوئی جگہ نہیں۔ اس کے برعکس دوسرا نظام وہ ہے جس کی بنیادیں ہی غذائے عزیز کی اعلیٰ حاکمیت اور فردیت مذہب کے اعتقاد پر استوار ہوئی ہیں۔ ایک نظام میں صرف مادی قدروں کو اہمیت حاصل ہے۔ اس کی نظر میں روحانیت ایک محل لفظ اور مضحکہ خیز تصور ہے۔ لیکن دوسرے کے نزدیک روحانیت اور اخلاق کے مقابلہ میں دنیا کی ہر چیز بیچ ہے۔ اور اگر مادیت کی کچھ قدر و قیمت ہے تو بقول سعدی محض اس قدر کہ نہ خود دن برائے زیستن و ذکر کردن است۔

یہودیوں کی وہ ڈھائی ہزار سال کی تاریخ کا ایک ایک صفحہ ان کی ذلت، مسکنت اور مقہوریت کی زندہ شہادت ہے۔ شاید ہی دنیا کی کسی قوم کی سرگزشت خواری اور

مصد لیا۔ بلکہ اطفال خود سال جن پر جہاد فرض نہیں تھا وہ بھی اپنے باپوں اور ماؤں بمنوں کے ساتھ شریک غزا ہوئے۔ چنانچہ اقوام متحدہ نیویارک میں مصری وفد کے ایک ترجمان مولائی عبدالموجود حسین نے ۶ نومبر کو بیان کیا کہ مصری کمانڈر انچیف نے اطلاع دی ہے، کہ مصری مرد، عورتیں اور بچے پورٹ سعید میں جس جواں مردی سے دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں، اس نے ایک مثال قائم کر دی ہے۔

آخر ۱۶ اور ۱۷ نومبر کی درمیانی رات کو اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے بمقام نیویارک (امریکہ) اعلان کیا کہ برطانیہ اور فرانس نے اپنی فوجوں کو حکم دیا ہے کہ آج رات نصف شب کے وقت جنگ بند کر دیں۔ مصری شہامت و جہانمیزی کے علاوہ اس بندش کا بہرا دوس کے سر پر بھی ہے، جس کے وزیر اعظم نے برطانیہ فرانس اور اسرائیل کو اسی دن نہایت تندیدانہ مز مراسلے بھیج کر انہیں دھمکی دی کہ اگر لڑائی بند نہ کر و گے تو تم پر تباہ کن ہتھیار انکٹوں کے ذریعہ سے پھینکے جائیں گے۔ اور روس کے دار الحکومت ماسکو میں سینکڑوں روسیوں کے پر جوش رجوم نے تینوں متحارب حکومتوں کے سفارت خانوں کے سامنے مظاہرہ کر کے مصر میں فی الفور جنگ بند کرنے کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ برطانیہ، فرانس اور اسرائیل روسیوں کے بگڑے رحمے تیوروں سے مرعوب ہو گئے۔ اور جنگ بند کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔

روس نے جو لال پیلی آنکھیں دکھا کر اور مصر کی امداد

کی تحون و نصرت کیلئے اسرائیل کی جدید حکومت عالم وجود میں آئی ہے۔ چونکہ اسرائیل عربی حکومتوں کی مخالفت میں برطانیہ کا آئہ کار ہے، اس لئے عرب اقوام اس مارا ستین سے سخت متغیر و متوحش ہیں۔ لیکن خداؤ حکیم و خیر کی مشیت نے دجال کی امداد کے لئے جو سامان دینا کیلئے، اس کا ظہور ناگزیر تھا۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ دجال حضرت مسیح علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ چونکہ دجال کی امداد و تمکین کا سامان خرم ہو چکا ہے، اس لئے مستبعد نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کبھی جلد ہی نزول اجلال فرمائیں۔
والغیب عند اللہ۔

پچھلے دنوں میٹرو ہسپتال لاہور میں ایک شاعر صاحب جنگی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہوگی، علت فراہم ہوئے۔ انتقال سے پہلے انکے بعض احباب عیادت کیلئے انکے پاس پہنچے، تو وہ اظہار افسوس کرتے ہوئے کہنے لگے کہ عمر میں کوئی کام نہیں کیا۔ ساری عمر راتوں ہی میں کٹی۔ ایک صحت یاب ہو جاؤں تو کوئی عمل بیٹھنے کی جگہ بنائیے، جہاں کوئی قومی اور اصلاحی خدمت انجام دیں۔ لیکن صحت یاب نہ ہوئی، اور اسی حسرت کو دل میں لئے ہوئے عالم آخرت کو سدھائے۔ جو لوگ عمر بونے پر بھی عمر گرانی کی مصلحت قائم نہیں اٹھاتے، اور حسنات مہرات سے تہذیب و تمدن رکھ کر عالم جاوہ کو چل دیتے ہیں، ایک حدیث قدسی کے بموجب رب العالمین ان سے فرمایگا، کہ کیا میں نے تمہیں ساٹھ سال کی عمر نہیں دی تھی؟ کہ کچھ کرنا چاہتے تو اس میں کر سکتے تھے۔ عام طور پر ہی حالت مشابہ میں آ رہی ہے کہ ملک فی الفور میک طوار اور صالح بن جانی کا قصہ کرکشی بجائے ہمیشہ آئندہ پر مالتے رہتے ہیں۔ شیطان ان کے دلیق و سوسہ ڈالتا رہتا ہے کہ عرصہ حیات ہنوز بہت وسیع ہے مستقبل قریب میں توبہ کر کے اعمال نیر شروع کر دیں گے۔ اسی طول امل میں زندگی کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے۔ اور دست اجل اپنا کام اٹھوادا جاتا ہے۔

محتاجی کے واقعات سے اس درجہ معمور ہو، جس قدر یہود کی سرگزشت و ددناک حوادث سے لبریز ہے۔ گواریکہ میں یہود کے چند افراد بڑے مالدار بھی ہیں، لیکن عام یہود کا شمار دنیا کی مفلس ترین قوموں میں ہے۔ مدیوں سے انکی یہ حالت ہے کہ جس ملک میں قدم رکھتے ہیں، ذلت و رسوائی کے ساتھ وہاں سے خارج کر دئے جاتے ہیں۔ یورپ کی دوسری عالمگیر جنگ سے پہلے آپ برائے میں ان کے اخراج اور جلاء وطن کے واقعات پڑھتے رہے ہوں گے۔ کہیں انکو قرار نہیں۔ صفحہ ہستی پر ان کا کوئی ماویٰ و ملجأ نہیں۔ ہمارے بعض مفسرین نے آیت وضو بیت علیہم الذل و المسکنت و باووا بغضب من اللہ (۶۱:۲) کی تفسیر میں لکھا تھا، کہ سلطنت و دعوت بنو اسرائیل سے ہمیشہ کے لئے سلب ہو چکی ہے۔ قیامت تک یہ قوم کبھی برسر حکومت نہ ہوگی۔ مگر جب برطانیہ نے فلسطین میں یہودیوں کی ایک آزاد حکومت اسرائیل کے نام سے قائم کی اور جو موجودہ وقت میں مصر پر حملہ آور ہے، تو بعض لوگ کہنے لگے کہ ہمارے بعض مفسرین کا یہ خیال غلط نکلا، کہ یہود قیامت تک سلطنت و حکومت کے محروم رہیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو قرآن احادیث نبویہ میں اسرائیلیوں کا قیامت تک حکومت و سلطنت سے محروم کر دیا جانا کہیں مذکور نہیں، مگر ذلت و مسکنت کے الفاظ سے بعض مفسرین کا انتراج سلطنت استیلاط فرمانا بھی غیر صحیح نہیں کیونکہ سلطنت و جہانبا نی ذلت و مسکنت کے منافی ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ قریب قیامت کو ایک یہودی سردار جو اپنے دجل و تبلیس کی بنا پر احادیث نبویہ میں دجال کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، ظاہر ہوگا۔ اس کو جس قدر غیر معمولی نصرت اور عروج حاصل ہوئیو اللہ ہے، وہ کسی حکومت کی امداد اور سرپرستی کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہو سکتا۔ پس معلوم ہوتا ہے، کہ اسی تہاں

ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اندیشہ کشی کا شکار نہ بنے، وقت کی تھکرے اور کسی کام کو اندر پر موقوف رکھنا چھوڑ دے۔ اس پر خود اعمل و آتش کو دنیا و آخرت کے دانش...

موافقان سُورَةُ الْفَاتِحَةِ کی تفسیر

پیشیت پیشیت پیشیت (ادارہ) پیشیت پیشیت پیشیت

حفاظت و نگہداشت کرتے تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے۔

حضرت امام ابو حنیفہ امام اعظمؒ کسی مجوسی پر اپنا قرض مانگتے تھے۔ اپنے قرض کا مطالبہ کرنے کے لئے اُس مجوسی کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب اس کے دروازہ کے قریب پہنچے تو آپ کے جوتے میں نجاست لگ گئی۔ آپ نے جوتے کو زور سے جھاڑا تو وہ نجاست اس مجوسی کی دیوار پر جا پڑی۔ یہ دیکھتے ہی آپ حیرانی کے عالم میں کھڑے ہو گئے۔ کہ اگر میں نجاست کو دیوار پر اسی طرح لٹے دیتا ہوں تو اس کی دیوار کا خراب ہونا ظاہر ہے۔ اور اگر نجاست کو دیوار سے کھرچ کر گراتا ہوں تو اتنی مٹی ضائع ہوگی۔ اس حیرانی میں دروازہ کھٹکھٹایا۔ مجوسی کی باندی آئی۔ اسے کہا کہ اپنے آقا کو کہو کہ ابو حنیفہؒ دروازہ پر بلاتے ہیں۔ وہ مجوسی گھبرایا ہوا باہر آیا۔ اور رقم کے لئے عذرِ محذرت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے بندے اس عذر و محذرت کو چھوڑ۔ میری ذات کی تدبیر کر۔ اس نے کہا آخر آپ پر کیا افتاد پڑی ہے؟ فرمایا کہ میری جوتی سے کچھ نجاست تیری دیوار پر جا پڑی ہے۔ اس کو پاک کرنے کی کوئی ترکیب بتلا۔ یہ الفاظ جو اخلاق و روحانیت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے تھے، اس کے کانوں سے گذر کر خوابیدہ دل و دماغ پر تیر و نشتر بن کر لگے۔ دل کی آنکھ کھل گئی۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد !

شریعت اسلامیہ کی طرف سے مسلمانوں پر دو قسم کے فرائض و واجبات کی ادائیگی لازم ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے بندوں پر حقوق۔ حقوق اللہ کی ادائیگی اور اس سے عہدہ برآ ہونا تو چنداں دشوار نہیں۔ کیونکہ ان کا معاملہ درگزر پر ہے۔ اس لئے کہ وہ تمام جہان سے مستغنی ہے۔ رحمن و رحیم ہے۔ اپنے حقوق سے قساحت و درگزر فرمائے گا۔ مگر حقوق العباد کا معاملہ بڑا پیڑھا ہے۔ ان کی حفاظت و نگہداشت کا زیادہ فکر و اہتمام کرنا چاہئے۔ کیونکہ حقوق عباد کی معافی جب ہوگی کہ معاصی حق معاف کرے۔ لہذا بڑا خوف حقوق العباد ہی کا ہونا چاہئے۔ مومن کامل وہی ہوتا ہے جو ہر عقداً مثلاً ماں، باپ، بیوی، بچے، عزیز و اقارب، پڑوسیوں، وطنیوں اور تمام بنی نوع انسان کے شریعت کے مقرر کردہ حقوق پورے پورے ادا کرے۔ اسی مرحلہ میں دینداری اور اسلامیت کے جوہر کھلتے ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی دینداری اور پرہیزگاری

جہاں اسلاف کرام جس طرح حقوق العباد کی

یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں اپنے پانچ نام ذکر فرمائے ہیں۔ اللہ، الرَّحْمَنُ، الرَّحِیْمُ، الْمَلِکُ۔ ان پانچوں اسماء و صفات کی حقیقت سمجھ لینے سے بندہ صحیح معنوں میں اپنے خدا سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی حقیقی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔ نمازی جب تک ان اسماء سے کما حقہ واقفیت پیدا نہ کرے، ایمان و مصلوٰۃ کی لذت سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتا۔ نمازیوں کی زندگیوں میں پاکیزگی حیات کا نور کیوں نہیں چمکتا، اور ان کی نمازیں ان کو برائیوں سے کیوں نہیں روکتیں؟ اس لئے کہ وہ الوہیت، ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت سے ناواقف ہیں۔

پس یاد رکھو کہ ان صفات خمسہ میں گویا اللہ پاک اپنے بندوں کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں، کہ اے بندہ! میں ہی نے اول تجھے پیدا کیا۔ اس لئے میں ہی تیرا اللہ یعنی معبود ہوں۔ پھر میں نے تجھ کو انواع و اقسام کی نعمتوں سے نوازا۔ اور ہر طرح تیری جسمانی و روحانی پرورش کا سامان کیا۔ اس وجہ سے میں ہی تیرا رب یعنی پروردگار ہوں۔ پھر تو نے اپنی فطری کمزوری سے میری نافرمانی کی۔ تو میں نے تیری پردہ پوشی کی۔ اس لئے میں تیرے لئے رحمن یعنی مہربان ہوں۔ پھر تو نے توبہ کی تو میں نے تیرا قصور معاف کر دیا۔ اس لئے میں تیرے لئے رحیم ہوں۔ یعنی رحم کرنے والا ہوں۔ پھر میں تجھ کو قیامت کے روز بھی نہ چھوڑوں گا۔ کیونکہ میں قیامت کے دن کا مالک ہوں۔ تیری ذمہ برابر نیکی ضائع نہ جائے گی۔ اور ذمہ برابر بدی کے انجام

اور کہا، کہ پہلے مناسب یہ ہے کہ میں اپنے نفس کو کفر و شرک کی نجاست سے پاک کروں، اس کے بعد دیوار کی پالی کی سبیل نکالوں گا۔ اور اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

حضرت امام صاحبؒ کی پرہیزگاری اور دینداری نے مجوسی کو کفر کے بحر عمیق سے نکال کر ایمان کی روشنی میں پہنچا دیا۔ اگر تمام مسلمان اسی عظمت اخلاق اور پاکیزگی حیات کا عملی طور پر ثبوت دیں تو ساری دنیا نور ایمان سے منور ہو سکتی ہے۔ مسلمان اپنی پنجوقتہ نمازوں میں بار بار سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہیں۔ مگر اس سے ان کی اخلاقی زندگی پر کوئی اثر اور نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اس سورۃ کے اسرار و حکم سے واقف نہیں۔ پس ان کو چاہئے کہ وہ باری تعالیٰ کو قیامت اور جزا کے دن کا مالک سمجھتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پوری پوری پابندی اور نگرانی کریں۔ احکام الہیہ پر سختی کے ساتھ عمل پیرا ہوں۔ سب کے حقوق ادا کریں۔ کسی کی حق تلفی نہ کریں، اور صحیح معنوں میں مسلمان بن جائیں۔ یہی ان کی سبیل نجات اور راہِ فلاح ہے۔

پس ہر ایک مسلمان نمازی کا فرض ہے کہ جس وقت وہ اپنی پنجوقتہ نمازوں میں مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کی تکرار کرے تو ان تمام تفصیلات کو اپنے ذہن میں رکھے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت و نگہداشت کرے۔ اور اس کے دل میں ہر وقت احتساب اعمال کا کھٹکا لگا رہے۔

سے بچاؤ نہ ہو گا۔

ذرا غور کرو، ایک عملی اور سچا مسلمان ان صفات پر ایمان لاکر اور ان تصورات کو اپنے ذہن میں رکھ کر خدا کی نافرمانی کر سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔ ان تصورات سے اعضا و جسامت پر اتنا دباؤ ہو گا کہ ہر کامی کے پہرے بیٹھ جاتے ہیں۔ بدی کے جذبات پر موت طاری ہو جاتی ہے۔ خوف خدا سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اور پاکبازی کا بول بالا ہو جاتا ہے۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

عبادت سے مراد وہ فعل ہے جو کسی

کی تعظیم کی غرض سے کیا جائے۔ ایک نعبد کے معنی یہ ہیں، نہ کہ سوائے تیرے ہم کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ ایک مسلمان یا نمازی عصر کے ساتھ اپنے خدا سے یہ وعدہ کرتا ہے، کہ وہ اسکی عبادت کریگا۔

اس کا سراسر اسکی چوکھٹ پر جھکے گا۔ اور وہ اس ایک کا ہو کر رہے گا۔ اس عصر کا فائدہ یہ ہے کہ جس چیز کو مؤخر بیان کرنا ہو اور اس کو مقدم بیان کیا تو یہ تقدیم عصر کا فائدہ دیتی ہے۔ پس ایک نعبد سے یہ بات ثابت ہو جاتی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور جو کوئی سوائے خدا کے کسی اور کی بھی عبادت کرے وہ مشرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایاک نعبد فرمایا۔ اس میں قول نعبد، ایک کو مقدم کیا ہے۔ اسکی کئی وجہ ہیں۔

اسکی پہلی حکمت تو یہ ہے کہ غائب کو اس

بات پر تنبیہ ہو کہ معبود حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور اس خیال سے اس کے دل میں تعظیم کا خیال پیدا ہو۔ تکامل رفع ہو۔ اور دائیں بائیں ملقت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ جب شیطان میرے بندوں کو مس کرتا ہے، اور ان کے دل پر کسل و غفلت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ اگر میرا ذکر کریں اور دل سے میری طرف متوجہ ہوں تو دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اور غفلت و بطالت جاتی رہتی ہے۔

حضرت امام فخر الدین رازحی نے ایک کیسی

عہدہ وجہ لکھی ہے۔ فرماتے ہیں :-

انہ ثقلت علیک دگویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الطاعات وصعبت لے میرے بندے ! سمجھ پر علیک العبادات طاعت کا بارگراں ہے۔ من القیام والکوع قیام و رکوع اور سجود وغیرہ والسجود فاذا کمز اولاً عبادات کا بجا لانا دشوار ہے قولہ ایاک نعبد پس تو اولاً میرے قول ایاک لتذکرہ فی وحضری نعبد سے مجھے یاد کر اور اپنے فی قلبک معرفتی قلب میں میری معرفت کے فاذا ذکرت جلالی خیال کو حاضر کر۔ پس جب تو وعظمتی وعزتی میری عظمت و جلال کا ذکر وعلمت انی مولاک مگر لگا اور جان لے گا کہ میں تیرا وانک عبدی مولا ہوں اور تو میرا بندہ ہے سمحلت حلیک تو تجھ پر وہ عبادات سہل تلتک العبادات آسان ہو جائیں گی۔

گویا عبادات شاقہ برداشت کرنے کے لئے معجون

رہرہیت کی ضرورت ہے۔ اور یہ فائدہ لفظ ایک دیتا ہے

باب الحدیث

اختصاصاً بالكتاب والسنة

(اداشہ)

انا لبشر۔ پیر کا اپنی رائے واجتہاد سے
(سہواہ مسلم) حکم دوں تو میں بھی بشر ہوں۔
یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم امر دین کے متعلق
جو حکم دیں اس کو بلا چون و چرا مضبوط پکڑ لینا چاہئے۔
اور جس دنیوی امر کے متعلق آپ اپنی رائے سے مشورہ
دیں، اس میں اختلاف کا ہونا ممکن ہے۔

آپ میں فلاح و نجات کی طرف بلانے آئے ہیں

آقا نے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے نجات دہندہ
اور بنی نوع انسان کے رہبر اعظم ہیں۔ جس نے آپ کی
اطاعت و پیروی کی اس نے دین و دنیا میں نجات پائی۔
اور جس نے آپ کی اطاعت سے یک سر مو انحراف
کیا وہ ہلاک ہوگا۔ غور سے سنو۔

عن ابی موسیٰ حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں
قال قال رسولہ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
اللہ علیہ وسلم نے، سوائے اسکے
علیہ وسلم نہیں کہ میری اور اس چیز کی جو
مشلی و مشل اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بھیجی
ما بعثنی اللہ ہے، مثال اس آدمی کی سی ہے کہ
بہ کمشل ایک قوم اس کے پاس آئی۔ اور
ما جل اتی اس آدمی نے کہا کہ اے قوم!
قومًا فقال میں نے اپنے لشکر کو اپنی آنکھ سے

رافع بن خدیج فرماتے ہیں
کہ جب رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم مدینہ میں تشریف
لائے تو اہل مدینہ درختوں
فرمایا میں اصلاح کرتے تھے۔
پس آنحضرت صلعم نے
پوچھا، تم یہ کیا عمل کرتے
ہو؟ انہوں نے جواب
دیا، زمانہ قدیم سے ہماری
یہی عادت ہے۔ آپ نے
فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ کرو تو
شاید بہتر ہو۔ پس انہوں
نے اس عمل کو چھوڑ دیا۔
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس
سال پھل کم آئے۔ انہوں
نے کہا کہ اس بات کو حضور
سے عرض کرنا چاہئے جب
اس کا ذکر حضور سے کیا تو
آپ نے فرمایا میں بھی بشر
ہوں۔ اگر تمہیں کسی امر و
نہی کا حکم دوں تو اس کو
مضبوط پکڑ لو۔ اور کسی

عن سہاف بن
خدیج قال
قد مررتی علی
صلی اللہ علیہ
وسلم المدینۃ
وہم یاترون
الفضل فقال ما
تصنعون؟ قالوا
کننا نصلحہ قال
لعلکم لو لم
تفعلوا کان خیرا
فترکوا فنقصت
قالوا فذکروا
ذلک لہ فقال
انما انا بشر
اذا امرتکم
بشیء من
امر دینکم
فخذوا بہ
واذا امرتکم
بشیء من
سہائی فانما

و اجانب ان کی شوکت و عظمت کے ٹکڑے کر دیں گے۔
ان کا غر و اقبال لوٹ لیں گے۔ اور وہ دوسروں کی ٹھوکروں
سے پامال ہو جائیں گے۔

آیات الہی کے خلاف ہی پہلی قوموں کو ہلاک کیا

عن عبد اللہ بن حضرت عمر بن العاص فرماتے
عمرؓ قال مجھ بت
الیہ رسول اللہؐ گرمی کے دنوں میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ و علی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
سلم یومًا قال فسمع حاضر ہوا۔ پس آنحضرت صلعم نے
اصوات رجلین دو آدمیوں کی آواز کو سنا، جو
اختلفا فی آیتہ فخرج قرآن کی کسی آیت میں اختلاف
علینا صلی اللہ علیہ و علیہ وسلم نے اسے اس کی حالت
وسلم یحرف فی وجہہ الغضب میں کہ آپ کے روئے مبارک سے
فقال انما هلك من غصہ کے آثار ظاہر تھے۔ اور فرمایا
کان قبلکم باختلافہم تم سے پہلے اسی لئے ہلاک ہوئے
فی الکتاب۔ (رواہ مسلم) کہ انہوں نے کتاب میں اختلاف کیا۔
یعنی دین کے اختلاف و نزاع ہی نے پہلی قوموں کو
ہلاک کیا۔ اختلاف سے مراد یہ ہے کہ وہ شک و شبہ میں
پڑ گئے۔ فتنہ و خصومت کو کھڑا کر دیا۔ اور پھر بھی اختلاف
و نزاع ان کو کفر و بدعت تک لے گیا۔ اور بالآخر مراط
مستقیم چھوڑ کر تباہ و برباد ہوئیں۔

یہاں تک ہم نے جتنی احادیث اس سلسلہ میں پیش
کی ہیں، ان کا مفہوم و مفاد یہی ہے کہ اصل اسلام کتاب
و سنت سے تمسک کرنا ہے۔ یعنی قرآن و حدیث دونوں
کی پیروی ہی مراط مستقیم اور راہ نجات ہے۔ مسائل

یا قوم انی سہایت دیکھا ہے۔ میں خبر خوف کو
الجیش یعنی تم تک برہنہ یعنی صاف
وانی انا الذیر طور پر پہنچا نیوالا ہوں۔ پس
العدیان فا جلدی کرو تاکہ قتل و غارت
لنجاء النجاء سے نجات پاؤ۔ پس اس قوم
فاطاعوا میں سے ایک گروہ نے اس
طائفۃ من غیر کی تصدیق کی اور رات ہی
قومہ فاد الجوا رات کو بھاگ گئے۔ اور ہر
فانطلقوا علی آہستگی، نرمی اور آرام کو
مہلہم فنجوا و چھوڑ دیا۔ پس اس نے نجات
کذبت طائفۃ پائی۔ اور ایک گروہ نے اس
منہم فاصبحوا آدمی کی تکذیب کی اور صبح
مکانہم فصبحہم تک اسی جگہ ٹھہرے۔
الجیش فاهلکھم پس صبح ہوتے ہی لشکر آیا
واجتاحہم فذلک اور اسکو ہلاک کر دیا۔ سو یہ
مثل من اطاعنی مثال اسکی ہے کہ میری فرماں
فاتبع ماجئت برداری کرے۔ اور جو کچھ میں
بہر و مثل خدا کی طرف سے لایا ہوں اسکی
من عصائی پیروی کرے۔ اور دوسری
وکذب ماجئت مثال اسکی ہے جو میری تکذیب
بلہ من الحق کرے اور میری شریعت کو
(متفق علیہ) حق نہ سمجھے۔

یعنی عمل نبویؐ کی پوری تعمیل و تکمیل ہی سے
مسلمان ابدی نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کی نجات کی
ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ راہ اطاعت رسولؐ ہے۔ وہ اگر
اس راہ کو چھوڑ کر زندہ ہونا اور ترقی کرنا چاہیں گے تو اور
زیادہ مردہ اور پسماندہ ہوتے چلے جائیں گے۔ انھیاد

تھا۔ آپ نے فضلؓ سے فرمایا کہ اس سے وصول کر لو۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جس کسی کو اپنی کسی حالت کا اندیشہ ہو وہ دعا کر لے۔ (کہ اب روانگی کا وقت قریب ہے)۔ ایک صاحب نے اللہ کر گذارش کی، یا رسول اللہ! میں بزدل ہوں۔ اور زیادہ سوتا ہوں۔ آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ حضرت فضلؓ کا بیان ہے کہ اصل دعا کے بعد ہم دیکھتے تھے کہ ان کے برابر کوئی بہادر نہ تھا۔

اس کے بعد آپ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر تشریف لائے۔ اور اسی طرح خواتین کے مجمع میں بھی اعلان فرمایا۔ اور جو بواشا و ادات مردوں کے مجمع میں فرماتے تھے یہاں بھی ان کا اعادہ فرمایا۔

ایک صحابیہ عرض پیرا ہوئیں۔ یا رسول اللہ! میں اپنی زبان کی طرف سے عاجز ہوں۔ آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر واللاوسط کما فی مجمع الزوائد)

بقیہ ص ۲۲

اسلامی حکومت میں شامل ہونے کا زخم ہرا ہے، وہی فاروق اعظمؓ سے کہہ رکھتے ہیں۔ فاروق اعظمؓ سے بیزاری اور دشمنی کو محبت اہل بیتؑ کا تقاضا سمجھنا شیطان کا بہت بڑا فریب ہے۔ یہ جو سنیت ہے، جو فاروق اعظمؓ کی دشمنی کا روپ دھار رہے ہوئے ہے۔

نہ میرے لئے موزوں ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ میری دلی خواہش ہے، کہ جس کسی کا مجھ پر کوئی حق ہو وہ اپنا حق مجھ سے وصول کر لے۔ یا معاف کر دے۔ تاکہ میں رب قدیر کے پاس بشارت نفس کے ساتھ جاؤں۔

آپ نے فرمایا کہ میں اس اعلان کے ایک دفعہ کہنے پر اکتفا نہیں کرتا۔ پھر بھی اس کا اعلان کرونگا۔ اس کے بعد آپ منبر سے اترے۔ نماز ظہر ادا کر کے پھر منبر پر تشریف لے گئے۔ اور اسی اعلان کا تذکرہ فرمایا۔ اور یہ بھی از سر نو بتلادیا، کہ قطعاً یہ خیال نہ کرو کہ بدلہ لینے والے یا حق مانگنے والے کے خلاف میرے دل میں بغض و عناد پیدا ہو جائے گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جس کے ذمے کوئی حق ہو وہ بھی ادا کر دے اور دنیا کی رسوائی کا ہرگز خیال نہ کرے۔ کیونکہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت کم ہے۔

ایک صاحب کھڑے ہوئے اور التماس کی کہ میرے تین دم آپ کے ذمے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں کسی مطالبہ کرنے والے کی نہ تکذیب کرتا ہوں، اور نہ اس کو قسم دیتا ہوں۔ لیکن پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ تین دم کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ایک دن ایک سائل آپ کے پاس آیا تھا۔ اہ آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اس کو تین دم دیدو۔ آپ نے حضرت فضل بن عباسؓ سے فرمایا کہ ان کو تین دم ادا کر دو۔

اس کے بعد ایک اور شخص اٹھا، اور عرض پیرا ہوا۔ کہ میرے ذمے (بیت المال کے) تین درہم ہیں۔ میں نے خیانت سے لے لئے تھے۔ پوچھا کیوں خیانت کی تھی؟ عرض کرنے لگا، کہ میں اس وقت سخت محتاج

حضرت ابوذر غفاریؓ کی بحیثیت مجذوب

مشکوٰۃ للمصابیح میں صحیح مسلم کی ایک

بارگاہ ہوتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ میں بھی وہی شان پائی جاتی تھی جو حدیث مسلم میں مذکور ہوئی۔ چنانچہ قبیلۃ بنو ثعلبہ کا ایک شخص حضرت ابوذر کی ہیئت کے متعلق راوی ہے کہ مر بنا شیخ ابیض ایک بوڑھا آدمی ہمارے سامنے الہامس واللحیسة سے گندا جس کے سفید بال فقالوا هلنا من الجحی ہوتے پریشان تھے۔ اصحاب یہ رسول لوگ کہنے لگے کہ یہ رسول خدا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ پس سرگرم نے وسلم فاستاذنا ان سے اجازت مانگی کہ ان کا سر ان نغسل رأسہ فاذن دھو دیں۔ انہوں نے اجازت لیا واستافس بنا۔ دمی اور ہم سے مانوس ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۲)

علیہ مبارک سے جذب کا سرخ

یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کا علیہ بیان کیا ہے وہ اس پر تو متفق الرائے ہیں کہ حضرت ابوذر دمازد اور گھنے بال والے تھے۔ لیکن چہرے کی رنگت میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ طبقات ابن سعد میں ایک جگہ آپ کو گندم گون لکھا ہے۔ اور دوسری روایت میں آپ کو سیاہ خام بتایا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا

حدیث ہے: سَابَّ اشْعَبَ اغْبَر مَذْفُوعُ الْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلٰى اللّٰهِ لَا بَرَّةَ۔ بہت سے پرگندہ مو، غبار آلود اشخاص جو وہ واؤ سے دھکیل دئے جاتے ہوں۔ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو سچا کر دے۔

یعنی بعض بندگان خدا ظاہر کے ایسے ناپسند ہوتے ہیں کہ کوئی ان کو اپنے دروازے پر کھڑا نہ ہونے دے، مگر وہ باطن کے ایسے پاک اور صاف ہوتے ہیں کہ خدائے برتر کو ان کی خاطر داری منظور رہتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو مومن بظاہر پریشان حال ہو، اس کو کبھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ کیا معلوم کہ اس کا باطن معرفت الہی کے نور سے روشن ہو۔ مگر اسی کے ساتھ ہمیں یہ بھی نہ چاہئے کہ خلاف شرع فقیروں اور بنگ نوش لنگوں کو عوام الناس کی طرح قطب اور عوث سمجھنے لگیں۔ کیونکہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مذکور میں بعض پریشان مو خاکسا۔ دن کو مقبول بارگاہ اہدیت فرمایا ہے۔ مگر یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ شراب خوار اور ڈاڑھی منڈے بھی مقبول

اور غلبہ حال میں ان سے کبھی کوئی ایسی بے اعتدالی ہو جاتی تھی۔ جہاں جذب کارنگ ان کو تمام صحابہ سے ممتاز کر دیتا تھا۔

زید بن مطرف (ایک تابعی) کا بیان ہے، کہ ہم ایک قریشی حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے، کہ اتنے میں ایک شخص آیا۔ اور اس نے نقلیں پڑھنی شروع کیں۔ میں جو غور کیا تو دیکھا کہ وہ کھڑا ہوا، پھر رکوع میں گیا۔ اور سجدہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ اس طرح پھر سجدہ میں گیا۔ اور قعدہ کئے، یعنی التحیات پڑھے بغیر پھر کھڑا ہو گیا۔ الغرض وہ نماز برابر اس طرح پڑھتا رہا کہ قیام اور رکوع و سجود تو کرتا تھا، لیکن قعدہ نہیں کرتا تھا۔ چونکہ ہر دو سری رکعت پر دو سرے سجدہ کے بعد بیٹھنا واجب ہے، اس لئے زید کہنے لگے، معلوم نہیں یہ کون شخص ہے۔ جس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ ہر دو رکعت کے بعد قعدہ کرنے کا حکم ہے۔

حاضرین نے زیدؓ سے کہا کہ اگر وہ بے خبری کی وجہ سے غلطی کر رہا ہے، تو آپ کا فرض ہے کہ جا کر اس کو سمجھا دیں۔ زید اٹھے اور ان کے قریب جا کر کہنے لگے، خدا کے بندے! تم کو اتنی بھی خبر نہیں، کہ ہر دو رکعت پر بیٹھنا لازم ہے؟

اس شخص نے کہا کہ اگر مجھ کو خبر نہیں تو خدا کو تو خبر ہے۔ اور میں ان باتوں کو نہیں جانتا۔ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خرافاتے ہوئے سنا تھا کہ جو کوئی اللہ کے لئے ایک سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تین کام کر دیتا ہے۔ ۱، اس کا ایک گناہ مٹا کر دیتا ہے، ۲، اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھ دیتا ہے، ۳، اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔

اصل رنگ تو گندم گون تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ جو کوئی اس وقت سر مست اور وارفتہ ہو جیسے کہ ابوذرؓ تھے، تو اس کی رنگت میل کچیل اور دھوپ سے سیاہ پڑ جائے تو جائے حیرت نہیں۔

عبادت پر جذب کا اثر

پیشوائے امت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ کو وقت پر نماز پڑھنے کی بڑی تاکید فرمائی تھی۔ جب کبھی وہ آپ سے پوچھتے کہ کونسا عمل افضل ہے، تو آپ یہی فرماتے کہ وقت پر نماز پڑھنی۔ (مسند احمد)

مدینہ منورہ میں پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر خلفاء راشدین بذات خود نماز پڑھتے تھے۔ اس سنت کے بموجب عالم اسلام کے غیر القرون میں ہمیشہ یہی معمول رہا کہ حکام و قضاہ ہی امامت کا فرض ادا کرتے رہے۔ لیکن عہد رسالت اور زمانہ خلافت راشدہ میں عہداری کے دو سرے حصوں میں بعض حکام نماز پڑھانے میں مستحب وقت کو ملا دیتے تھے۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا کہ اگر امراء (یعنی حکام) نماز میں تاخیر کریں، اور وقت سے ٹلا کر پڑھیں، تو تم اپنی نماز وقت پر پڑھ لیا کرو۔ یہ نماز تمہارے لئے نفل ہو جائیگی۔

(مسند احمد)

اس تاکید کی بنا پر حضرت ابوذر رضی فریقہ نماز نہایت پابندی کے ساتھ اس کے مستحب وقت میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کی مدت العصر میں ایک تغیر بھی ایسی نہ مل سکے گی کہ انہوں نے اپنے جذب واستغراق کی بنا پر کبھی فرض نماز ترک کی ہو۔ یا اس کو اس کے وقت سے ملا دیا ہو۔ البتہ ثواب نفل میں جوش سرمستی

رکتے ہوئے ایسا کرے گا، خواہ نفس ہی کیوں نہ ہوں، تو وہ یقیناً ناجائز اور تلعب فی الذین ہے۔ ایسے شخص پر ضرور نکیر کرنا چاہئے۔

کعب احبار کو پھیلنا مجدوب صفت
یہ ہے، کہ جب کوئی شخص ان کے خلاف مرضی کوئی بات کہے تو اس کو مار بیٹھتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی بھی یہی حالت بیان کی جاتی ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بہت بڑی دولت چھوڑ کر انتقال فرمایا تھا۔ اس کی اینٹیں اتنی بڑی بڑی تھیں کہ تیشوں سے کاٹتے کاٹتے لوگوں کے ہاتھ ورم کر گئے تھے۔ ان کے حادثہ وفات پر کوئی شخص کہنے لگا، خوف رہو کہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ پر اتنی بڑی دولت کے باعث کوئی آنروزی مواخذہ نہ ہو۔ یہ سن کر کعب احبار کہنے لگے، سبحان اللہ! جناب عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے حق میں کس بات کا خوف ہے؟ انہوں نے پاک طریقہ سے مال کمایا، اور پاک جگہ خیرات کیا۔ کعب کا یہ قول ابوذر رضی اللہ عنہ سنا تو غضب ناک ہو کر کعب کی تلاش میں نکلے۔ راستے میں اونٹ کے بیڑے کی ہڈی پڑی پائی، اس کو اٹھالیا۔ اور کعب کو ڈھونڈنے لگے۔

کسی نے کعب سے جا کر کہا، کہ ابوذر رضی اللہ عنہ تمہاری تلاش میں پھر رہے ہیں۔ کعب بھاگ کر امیر المؤمنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے پاس فریادی آئے۔ اور صورت حال عرض کی۔ راستے میں ابوذر رضی اللہ عنہ کو کہیں سے لاشی

مطلب یہ ہے کہ میں حساب و کتاب سے واقف نہیں۔ خدا کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کی یہ تعریف کی ہے۔ اس کے بموجب میں سجدے کرتا رہتا ہوں۔ رہا ان کی گنتی کرنا کہ اتنے سجدے ہوئے، اور ہم اتنے کے مقدار ہو گئے ہیں۔ مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے۔

تو بندگی چوگدایاں برائے مزدکن
کہ فواجہ خود روش بندہ پروری داند
زید کو ان کی باتیں سن کر سخت حیرت ہوئی۔
پوچھنے لگے کہ یہ تو بتائیے کہ آپ ہیں کون صاحب؟
فرمایا ابوذر۔ اس قدر سننا تھا، کہ زید کے ہوش اڑ گئے۔ اور وہ جھٹ اپنی مجلس میں پہنچے۔ اور اپنے ساتھیوں سے جا کر کہنے لگے کہ تم لوگ تو برے ساتھی ہو۔ مجھے تم نے اس لئے بھیجا تھا، کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کو جا کر تسلیم دوں؟ (مسند احمد)

الغرض کبھی کبھی نوافل میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی بے ضابطگیاں ضرور ثابت ہیں۔ اگرچہ وہ اصل اور نمونہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ تاہم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی جو حالت تھی اس کو پیش نظر کہنے کے بعد علمائے شریعت بھی ایسی چیز پر ضبط و تحمیل کر سکتے ہیں۔ اور اگر آج بھی کسی کا وہی حال ہو جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اور پھر ایسے شخص سے نوافل وغیرہ میں اس قسم کی بے اعتدالیاں سرزد ہوں تو ان کو نظر انداز کر دینا چاہئے۔
ہاں اگر کوئی شخص قصداً ہوش و حواس

مشنالی فرمانروا

(محترم جناب ماہر القادری صاحب)

ہے، کہ مسٹر محمد علی جناح مرحوم کی خدمت میں ایک بڑے آدمی حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ قائد اعظم! مسلمانوں کے تمام فرقوں کا اتحاد یقیناً بہت ضروری ہے۔ اور اختلافی مسائل کو ہوا دینے کا یہ وقت نہیں ہے۔ مگر پھر بھی اپنے فرقہ کے بنیادی عقائد سے صرف نظر مناسب نہیں۔ لکھنؤ کے واقعات آپ کے پیش نظر رہنے چاہئیں۔ قائد اعظم مرحوم نے جواب میں فرمایا:

”میں مذہبی معاملات میں دخل نہیں رکھتا۔ لیکن اتنا جانتا ہوں، کہ اسلامی تاریخ سے اگر عمرہ کو نکال دیا گیا، تو تمدن دنیا کے سامنے پیر اسلام کی کس شخصیت کو پیش کیا جائیگا؟“

کانگریس کا جب ملک میں پہلی بار راج قائم ہوا، اہل صوبوں میں کانگریس کی وزارتیں برسر اقتدار آئیں تو گاندھی نے صوبوں کے وزیروں کو تلقین کی، کہ:

”وہ عدل و سادگی میں الوبخرو عمرہ کی مثالیں سامنے رکھیں۔ اور ان بڑے آدمیوں کی تقلید کریں“

حالانکہ خود ہندوؤں کی تاریخ میں رام چندر، ہریش

یہ ان دنوں کا واقعہ ہے، جب لکھنؤ میں حج صحابہ اور قدح شہابہ (خاکہ بہ دہن گستاخ) کی متضاد تحریکیں چل رہی تھیں۔ کچھ لوگ ہندوستان سے ایران پہنچے۔ اور رضا شاہ پهلوی کے دربار میں حاضر ہوئے۔ لکھنؤ کے واقعات کی تفصیل شاہ کی خدمت میں عرض کی گئی۔ ان کے مذہبی عقائد کو اکسایا گیا۔ رضا شاہ پڑا دور اندیش آدمی تھا۔ سمجھ گیا کہ یہ لوگ کس غرض سے آئے ہیں۔ اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ اس تمام گہرے بکا کے جواب میں رضا شاہ نے کہا:

”مگر بیچ گناہ نہ کر دو کہ مارا مسلمان کر دو“

یہ چند لفظ شکوہ و شکایت اور عرض و اتہاس کے دفتروں پر بھاری تھے۔ جو لوگ لگانے بھانے کے لئے آئے تھے، اپنا سامنے کر رہ گئے۔ پھر کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوتی۔

عمر فاروقی کے اتنے بڑے احسان کا یہ بدلہ

اے احسان ناشناسو! اور اے بدگو

زبانو! شرم شرم شرم۔

واقعہ یہ ہے کہ خود دار طبیعت کے لئے

ایک تنکے کا بھی احسان بہت بھاری ہر

اسی زمانہ کی یہ روایت بھی ہم تک پہنچی

چندر اور بکرماجیت جیسے دھرماتما جاپریش پائے جاتے ہیں۔ مگر گاندھی جی کی نگاہ انسانیت کے ان محسنوں پر پڑی، جن کے نقش قدم تاریخ کے ہر دور میں شمع ہدایت اور مشعل راہ رہیں گے۔

بن لوگوں نے آفتاب پر خاک اڑانے کی قسم کھا رکھی ہے، اور جنہوں نے اپنا یہ عقیدہ بنالیا ہے کہ آپ حیات کو نہر مٹا ہل ہی کہتے رہیں گے، ان کو چھوڑ کر جو کوئی بھی اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرے گا، وہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے باب میں سو فیصدی اچھی رائے قائم کرنے پر مجبور ہے۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے بغیر یہ ہی نہیں سکتا، کہ عمر فاروقؓ کے کارناموں نے حقیقت میں تاریخ کے صفحات کو عزت بخشی ہے۔ اور وہ انسانیت کے بہت بڑے محسن تھے۔

بعض لوگوں کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ الزام لگانا اور تہمت جوڑنا کہ انہوں نے خلافت کو غصب کر لیا تھا، کتنا جاہلانہ اور ظالمانہ الزام ہے۔ ایک بے اصل تہمت، ایک بے دلیل بات، ایک ایسا جھوٹ جس کا سر پہ نہ پیر! حضرت فاروقؓ نے جس عدل و انصاف اور بے نفسی کے ساتھ اسلامی حکومت کو چلایا ہے۔ اور قدم قدم پر جس احساس ذمہ داری اور خشیت الہی کا ثبوت دیا ہے۔ کسی غاصب حاکم سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے؟ کیا پوری انسانی تاریخ میں کسی غاصب حاکم کا یہ کردار رہا ہے؟

کوئی شخص اگر حکومت کا خواہش مند ہو، اور یہ خواہش اس حد تک پہنچ جائے کہ

وہ دو سرے کا حق غصب کر کے تخت حکومت پر قابض ہو جائے، تو ایسا شخص حاکم ہونے کے بعد کیا کرے گا؟

یہی کہ خوب دل کھول کر داد عیش دے، مزے کے ساتھ گچھرے اڑائے، اپنے جلو سے نکلوائے، رعایا کے مال و دولت میں بیدریغ خسران کرے، اپنے دوستوں اور عزیز و اقارب کے ساتھ ہر معاملہ میں امتیازی سلوک روا رکھے، اس کا دربار لگا ہو اور اس کے سامنے اہل دربار اور ہالی مالی ہاتھ باندھے کھڑے ہوں۔۔۔۔۔ غاصب حاکموں کے یہی رنگ ڈھنگ ہوتے ہیں۔ جو کوئی حکومت کسی کا حق چھین کر حاصل کرتا ہے وہ اس بڑم عظیم کا ارتکاب اتنے نفس کی لذتوں کے لئے ہی کرتا ہے۔

مگر خدا کا ایک بندہ حکومت و اقتدار حاصل کرنے کے باوجود اس انداز سے ساری زندگی گزارتا ہے کہ اس کے کرتے میں کئی کئی پیوند لگے ہوتے ہیں۔ بعض وقت اس کے پاس صرف ہی کرتہ ہوتا ہے، جسے وہ اپنے ہاتھ سے دھو رہا ہے۔ اور اس کے سو کھینے تک اپنے گھر بیٹھا رہتا ہے۔ جس کے دسترخوان پر چھنے ہوئے گیہوں کے آٹے کی روٹی کبھی نہیں دیکھی گئی۔ جوڑیوں کے تیل میں پکے ہوئے چوکی روٹی لگے کے ٹکڑے کھا کر پانی پی لیتا ہے۔ جسے بیماری میں شہد کی ضرورت پڑتی ہے، تو عوام سے اجازت لیکر بیت المال سے شہد لیتا ہے۔ جو بیت المال کے اوتھوں پر اپنے ہاتھ سے تیل ملتا ہے۔ جس کی

پلیٹ پر آٹے کی بوری ہے۔ اور اسے لئے ہوئے ایک غریب عورت کے گھر کی طرف جاتا ہوتا ہے۔ جو پھٹی چادر کو بھول کی ڈالیوں پر پھیلا کر اس کے سایہ میں لیٹ جاتا ہے۔ اس طرح کہ خاک اس کا بچھونا ہے۔ اور اس کی کہنی اس کا تکیہ ہے۔

عرب و عجم کا حاکم، مگر کیا حاکم؟ جس کے ہاں نہ مصاحبوں اور درباریوں کا ہجوم ہے۔ نہ غلاموں اور کنیزوں کے جھرمٹ ہیں، نہ تاج و تخت ہے، نہ "ہٹو، بچو" اور "دور باش" کی ٹکاریں ہیں، جو عام آدمیوں کی طرح رہتا ہوتا ہے۔ ایک معمولی بدوسی جس کا گریبان پکڑ کے اسے ٹوک سکتا ہے۔ اور ایک عورت جسے چیلنج کر سکتی ہے، کہ "عمر! تمہاری اس معاملہ میں رائے درست نہیں ہے" اور وہ فرط تواضع و انکساری کے ساتھ جواب دیتا ہے، کہ "مذینہ کی بوڑھی عورتیں عمر سے زیادہ دین جانتی ہیں"۔

جس کی مساوات کا یہ عالم ہے، کہ سفر میں جتنی دور اس کا غلام اونٹ کی جہاز تھاں کر پیدل چلتا ہے، اتنی دور وہ خود غلام کو سواری پر بٹھا کر جہاز میں لیسکر پیادہ پاسفر کرتا ہے۔ جو حدود اللہ کے معاملہ میں کسی قربت اور رشتہ داری کی پرواہ نہیں کرتا۔ جو اپنے ساتھیوں اور دوستوں کی اولاد کو اپنی اولاد سے زیادہ حصہ دیتا ہے۔

جس کے دروازے پر کوئی پرہ چوکی نہیں۔ جس نے حاکم ہونے کے بعد اپنے

لئے کوئی مکان نہیں بنوایا۔ جس کے گھر میں ذرا سا بھی آرائش کا سامان نہیں۔ فرمانروا ہونے کے بعد جس کی زندگی پہلے اور زیادہ سادہ ہو گئی۔ اور کڑھی دھوپ نے جس کے سرخ و سپید رنگ کو سانولا بنا دیا۔ جو باتوں کی تنہائی میں اپنے رہا کیے کے حضور روتا ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کو جوں کا توں رکھنا جس کا مشن ہے۔

خاص صائب حاکم اور جابر فرمانروا اپنی اولاد کے لئے کیسے کیسے راحتیں اور نعمتیں ہتیا کرتے ہیں۔ اور مرٹے سے پہلے اس کا انتظام کر جاتے ہیں، کہ تخت و تاج اس کے خاندان ہی کی میراث بن کر رہے۔ مگر (معاذ اللہ) یہ کیا خاص صائب حاکم (خاک بہ دہن گستاخ) جو اپنی اولاد کے لئے ذرا سا بھی سامان عیش و راحت ہتیا نہیں کرتا۔ اور جو اپنی اولاد کو اپنا وارث نہیں بناتا۔ اور نہ یہ سوچتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد کا کیا حشر ہو گا؟

جس شخص نے حاکم ہونے کے بعد عیش و آرام سے کوئی سروکار ہی نہ رکھا ہو، جس نے حکومت و اقتدار سے ذرا بھی لذت حاصل نہ کی ہو۔ اور جس نے اپنی اولاد کی خوش حالی اور فراخ دستی کے لئے کوئی تدبیر نہ سوچی ہو — کیا ایسا نیک نفس انسان "غضب" جیسے گناہ کا مرتکب ہو سکتا ہے؟ جس حاکم کو علی المرتضیٰ جیسا شیر میسر آیا ہو

ہیک کوئی شریف آدمی اس پر زبان طعن
درا کر سکتا ہے ؟

تاریخ سے پوچھئے کہ اس عظیم الشان انسان
کے دور حکومت میں دین کا کام کتنا آگے بڑھا ؟
اسلامی حکومت کے رقبہ میں کس قدر افساد
ہوا ؟ کلمہ گوؤں اور خدا پرستوں کی تعداد کتنی
بڑھی ؟ دنیا کے کس کس گوشہ میں توحید کی
معاپنچی ؟ اور اسلام کو کس قدر شان و
شوکت نصیب ہوئی ؟

تمدن و تہذیب کے کتنے نقوش ہیں جو
اسی بوریانہ نشین حاکم کے ناخن حکمت و تدبیر
کے بنائے ہوئے ہیں ۔ اس کے بابرکت دور
میں تہذیب و شائستگی اور پاکیزہ قیمتی کایہ
عالم تھا ، کہ عرب کے بادیہ نشین قیصر و کسری
کے خزانوں کے مالک ہو جاتے ہیں ، مگر
نفس کی دست درازمی کا ایک واقعہ بھی کسی
سے ظہور میں نہیں آتا ۔ اللہ کے دین کو اس
کے دور میں وہ غلبہ حاصل ہوا ہے کہ
اس کے دور کو ہم اسلام کا عہد شباب
کہہ سکتے ہیں ۔

یہ فقر ، یہ سادگی ، یہ انکسار و تواضع
مگر اس کے رعب و داب کا یہ
عالم ہے ، کہ بین لڑائی کے موقعہ پر اسلامی
فوج کے کمانڈر انچیف کو برخواست کر دیتا
ہے ۔ اور سپہ سالار کی یہ مجال نہیں ہے کہ
چوں بھی کر سکے ۔ اور اتنی بڑی رد و بدل کے
باوجود فوج کے ڈسپلن میں خدہ برابر

ابری پیدا نہیں ہوتی ۔ مہربوں کے گورنر
اس کے افسانہ کے ڈر سے انتہائی
محسوس رہتے ہیں ۔ اور وہ صوبہ کے بااختیار
گورنر کو معزول کر کے بکریاں چرانے کے
لئے اسے بھیج سکتا ہے ۔ تاکہ نفس کی
فرہی اپنے اعتدال پر آجائے ۔

وہ اخلافت میں سینکڑوں کو کس دور
بٹھکر اسلامی لشکر کو وہ ہدایتیں بھیجتا
ہے ۔ بلکہ یوں سمجھئے ، کہ فوجوں کی کمان
کرتا ہے ۔ دور دراز علاقوں کے انتظام پر
اس کی نظر ہے ۔ لوگوں کو ان کی قابلیت اور
استعداد کے اعتبار سے مناسب سپرد
کرتا ہے ۔ حکومت میں نئے نئے محکمے ہیں
کہ اس کے حکم سے کھلتے جاتے ہیں ۔
مگر کیا ضبط و نظم ہے ، کیا عدل و توازن اور
کیا شائستگی ہے ۔

انبیائے کرام کو چھوڑ کر اس قدر آدم
انسان کے آگے تاریخ کے کتنے بڑے بڑے
آدمی بوئے نظر آتے تھے ۔ عدل و انصاف
کو دنیا فارق اعظم کے کارناموں سے
پہچانتی ہے ۔ ایک مثالی فرمانروا ، زمین
پر اللہ کی محبت ، انسانیت کا محسن ، جس
سے اللہ راضی تھا ، اور اللہ سے وہ
راضی تھا ۔

جن کے دلوں میں ابھی تک کسری کی
تسکت کی تباہی ، اور ایران باستان کے

سے ت اللہ بنی رضی اللہ عنہ خارجیوں حضرت عبد بن عباس کی گفتگو

(ادارہ) بت

کے ساتھ کو فرمائی گئے۔ بلکہ مرد و نام ایک مقام پر اپنا جتھا جمایا۔ اور ان کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔

ابن خوارج میں سے زرعہ بن برج طائی

اور حرقوص بن زبیر سعدی امیر المؤمنین علی کے پاس گئے اور کہنے لگے لا حکم الا للہ۔ اس کے بعد حرقوص امیر المؤمنین سے کہنے لگا، کہ علی! اپنے گناہ سے توبہ کرو۔ اور تحکیم سے رجوع کرو۔ اور ہم کو ساتھ لے کر شامیوں پر حملہ کرو۔ ہم لوگ یہاں تک قتال کریں گے، کہ اپنے رب سے مل جائیں گے۔ اور اگر تم کتاب الہی کو حکم نہ بناؤ گے، اور لوگوں کے فیصلے سے دست بردار نہ ہو گے تو ہم خالص خدا الہی کے لئے تم سے قتال کریں گے۔

یہ کہہ کر یہ لوگ وہاں سے لوٹے اور امیر المؤمنین کے خلاف تیار پان کرنے لگے۔ خارجی لوگ بڑے پر ہنگام اور چہا گنار تھے، مگر ان کے دماغوں میں یہ خیال راسخ ہو گیا تھا کہ وہ حضرت علی سے بڑھ کر عالم ہیں۔

لوگ جا جا کر حضرت علی سے کہتے کہ امیر المؤمنین! یہ لوگ آپ پر فروع کرنے والے ہیں۔ تو امیر المؤمنین فرماتے کہ ان کو چھوڑو۔ میں اس وقت تک ان سے رزم خواہ نہ ہوں گا، جب تک وہ مجھ سے قتال نہ کریں۔ اور تم دیکھو گے کہ وہ لوگ ضرور میرے خلاف مصاف آ رہے ہوں گے۔ ایک دن امیر المؤمنین کے عم زاذ ہجائی حضرت عبد بن

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے جنگ معین کے خاتمہ پر حزب مقابل کی یہ تجویز منظور فرما لی تھی، کہ لڑائی موقوف کر دی جائے، اور فریقین کتاب اللہ کے مطابق باہم فیصلہ کر لیں۔ چنانچہ جنگ بند کر دی گئی۔ اس کے بعد امیر معاویہ کی طرف سے امیر المؤمنین علی کے پاس پیغام پہنچا کہ آپ اپنے لوگوں میں سے کسی کو بھیجے اور ایک شخص ہم اپنی طرف سے روانہ کرتے ہیں۔ یہ دونوں حکم جو فیصلہ کر دیں اس کو فریقین منظور کر لیں۔ حضرت علیؑ نے اس تجویز کو منظور فرمایا۔ چنانچہ امیر معاویہ کی طرف سے عمر بن عاص اور حضرت علی مرتضیٰ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری حکم مقرر ہوئے۔ اس فیصلہ کو تحکیم کہتے ہیں۔ حضرت علیؑ کے لشکر میں سے ایک شخص عروہ

بن آویہ کہنے لگا، کہ حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ ان الحکم الا للہ (اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں) لیکن تم لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم میں لوگوں کو حکم بناتے ہو۔ چنانچہ یہ شخص حضرت علی سے قطع تعلق کر کے اپنے ساتھیوں سمیت لشکر مقلوبی سے خارج ہو گیا۔ اس دن سے لوگ ان خارج ہونے والوں کو خارجی کہنے لگے۔ ان خارجیوں نے حضرت علی کے خلاف طعن و تشنیع کا بازار گرم کیا۔ اور ان الحکم الا للہ کے نعرے لگانے شروع کئے۔

جب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضہ مقام معین سے واپس ہو کر دار الخلافہ کوفہ میں داخل ہوئے تو خواجہ آپ

جس رضہ عرض پیرا ہوئے۔ امیر المؤمنین! مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان کے پاس جاؤں۔ اور کوشش کروں کہ اپنی گمراہی سے نکل کر راہ راست پر آجائیں۔ امیر المؤمنین نے فرمایا، عبداللہ! مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ تمہیں موت کے گھاٹ نہ اتار دیں۔ انہوں نے گزارش کی کہ آپ مجھ پر کچھ خوف نہ کیجئے۔ حضرت علی نے ان کو جانے کی اجازت دی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضہ اپنا بہترین لباس اور بیش قیمت عمامہ پہن کر خوارج کے ہاں پہنچے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ وہ لوگ عبادت الہی میں بڑی کوشش کرنے والے ہیں۔ اور ایسے ریاضت کش ہیں کہ ان سے بڑھ کر عبادت میں جدوجہد کرنے والی انہوں نے کبھی جماعت نہ دیکھی تھی۔ ان کی پیشانیوں پر کثرتِ سجود سے زخم پڑے ہوئے تھے۔ اور ان کے ہاتھ گویا اونٹ کے ہاتھ تھے۔ انہوں نے نہایت کم قیمت اور حقیر کرٹے پہن رکھے تھے۔ اور ان کی ازاریں گھٹنوں سے بہت اونچی تھیں۔ اور شب بیداری نے ان کے چہرے خشک کر دیئے تھے۔

حضرت ابن عباس نے جا کر سلام کیا۔ تو انہوں نے جواب دے کر کہا، مرحبا اے ابن عباس! آپ اس وقت کس غرض سے تشریف لائے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس حضراتِ ہاجرین و انصار اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت علی مرتضیٰ رضہ کے پاس سے آیا ہوں۔ انہی لوگوں پر قرآن نازل ہوا تھا۔ اور وہ لوگ قرآن کے معنی تم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ خوارج میں سے ایک شخص کہنے لگا، کہ یہ شخص قریش میں سے ہے۔ اور تم لوگ ایک قریشی سے بحث و مناظرہ مت کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قریش کی نسبت فرمایا ہے۔

بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ (وہ بڑے جھگڑالو ہیں)، پھر انہی میں سے دو تین اور اشخاص بول اٹھے، کہ نہیں، بلکہ ہم ان سے مباحثہ کریں گے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا، تم لوگ وہ امور پیش کرو جن میں تم نے ہاجرین و انصار پر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد پر عیب لگائے ہیں۔ حالانکہ انہی لوگوں پر قرآن نازل ہوا ہے۔ اور ان حضرات میں سے کوئی بھی تم میں شامل نہیں ہے۔ اور وہ قرآن کا مطلب و مفہوم تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ خوارج نے کہا، وہ تین باتیں ہیں۔ انہوں نے فرمایا، اچھا بیان کرو۔

کہنے لگے، ایک یہ کہ علیؑ نے خدا کے معاملہ میں لوگوں کو ثالث ٹھہرایا۔ حالانکہ رب العالمین کا ارشاد ہے، اِنِ الْحُكْمُ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم نہیں)۔ تو اس ارشاد خداوندی کے بعد کسی انسان کو حکم سے کیا تعلق رہا؟

پوچھا، تمہارا دوسرا اعتراض کیا ہے؟ بولے، دوسرا یہ ہے کہ علیؑ نے لوگوں سے قتال کیا، مگر نہ تو مخالفوں کو لوٹدی غلام بنایا، اور نہ ان کے مال و املاک پر قبضہ کر کے اس کو بھاد کا مال غنیمت ٹھہرایا۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ جن سے قتال کیا اگر وہ مومن تھے تو ان سے لڑنا حلال نہ تھا۔ اور نہ ان کو لوٹدی غلام بنانا حلال ہے۔ اور اگر مومن نہیں تھے تو ان کو لوٹدی غلام کیوں نہ بنایا؟

اور تیسرا اعتراض یہ ہے، کہ علیؑ نے ناشی فیصلے کا عہد نامہ لکھواتے وقت اپنے نام سے امیر المؤمنین کا لقب شادیا۔ پس وہ امیر المؤمنین نہیں ہیں۔

حضرت ابن عباس نے پوچھا، کیا ان تینوں کے علاوہ کوئی اور بھی اعتراض ہے؟ خوارج نے کہا ہم کو یہی اعتراضات کافی ہیں۔

وان خفتم
شقاق بینہما
فابحثوا حکما
من اہلہا
وحکما من
اہلہا ان
یریدا اصلاحا
یوفق اللہ
بینہما۔

اور اگر تم کو میاں بی بی میں
کھٹ پٹ پیدا ہونے کا
اندیشہ ہو تو ایک بیچ مرد کے
کنبے میں سے مقرر کرو۔ اور
ایک بیچ عورت کے کنبے
میں سے۔ اگر بیچوں کا اصلاحی ارادہ
میاں بیوی میں اصلاح کرائیے
کا ہو گا تو اللہ ان کے سمجھانے
بجھانے سے دونوں میں موافقت
(۳۵ : ۲) کرادے گا۔

یعنی مرد کی برادری سے ایک مرد اور عورت
کی برادری سے ایک مرد بیچو۔ وہ دونوں ان کے
معاملہ میں فیصلہ کریں۔
اس کے بعد ابن عباسؓ نے فرمایا، اب میں تم
لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کہ بتاؤ، کہ جب
ہم ایک فرگوش اور ایک عورت کا فیصلہ کرنے میں
بیچ مقرر کرنے کے مامور ہیں۔ تو مسلمانوں کی باہمی
خونریزی روکنے کے لئے اگر حضرت علیؓ نے بیچ منظور
کیا، تو کیا برا کیا۔ خوارج لا جواب ہو گئے۔ اور
ابن عباسؓ نے فرمایا، کہ بتاؤ میں تمہارے پہلے
اعراض سے سبکدوش ہو گیا یا نہیں؟ وہ بولے
ہاں سبکدوش ہو گئے۔

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رہا یہ قول کہ علیؓ نے
قتال کیا۔ اور قیدی اور مال غنیمت حاصل نہ کیا۔ تو
میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم اپنی ماں ام المؤمنین
حضرت عائشہؓ کو جو جنگ جمل میں حضرت علیؓ سے
برسر مقابلہ تھیں، اپنی مملوک لونڈی بناؤ گے؟

ابن عباسؓ نے فرمایا، تمہارا یہ قول کہ علیؓ نے
امر آئی میں لوگوں کو حکم ٹھہرایا ہے۔ بھلا اگر میں تم کو کتاب آئی
سے ایسی آیتیں نکال کر دکھاؤں جن سے تمہارے زعم کا بطلان
ثابت ہو جائے، تو توبہ کر کے حضرت علیؓ کی اطاعت
کر لو گے؟ بولے ہاں۔

حضرت ابن عباسؓ نے سورہ مائدہ کی یہ آیت

پڑھی:

یا ایہا الذین امنوا
لا تقتلوا الصيد
وانتم حرمة نہ مارو۔ اور تم میں سے جو
و من قتلہ کوئی جان بوجہ کر شکار مار
منکم متعمداً گا، تو جیسے جانور کو مارا
فجزاؤ مثل ہے، اس کے بدلے میں
ماقتل من چار پایوں میں سے اسی
النعم میحکم بہ سے ملتا ہوا جانور جو تم میں
ذو اعدل منکم کے دو منصف ٹھیرا دیں
(سورہ مائدہ آیت ۹۵) دینا پڑے گا۔

اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے احرام میں شکار
مارنے کی ممانعت فرمائی۔ اور اگر کسی نے ایسے جرم کا
ارتکاب کیا۔ مثلاً فرگوش مارا۔ تو فرمایا کہ تم میں سے دو
عادل آدمی اس موقع پر جہاں جانور مارا ہے، اس کی
قیمت کا فیصلہ کریں۔ پس حق تعالیٰ نے فرگوش کے
معاملہ میں جس کی قیمت چوتھائی درہم ہوتی ہے،
دو مردوں کے حکم پر اس کا فیصلہ راجع کر دیا۔

اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ
عورت اور اس کے شوہر میں ناچاقی ہو جائے تو اس
کے متعلق حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا:

گئے تھے۔ اسی طرح آنحضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین کا لفظ محو کر دیا تو اس سے ان کے امیر المؤمنین ہونے میں کوئی کمی رونما نہیں ہوئی۔

حضرت ابن عباسؓ کے جوابات سنکر وہ ہزار خارجی ٹائب ہو گئے۔ اور باقی بدستہ اپنی گمراہی پہاڑی ہے۔

جندب ازدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، کہ اس کے بعد جب ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کعبہ پر چڑھائی کے گئے۔ اور ان کے لشکر گاہ کے قریب پہنچے تو ان کی تلاوت قرآن کی آوازیں اس قدر کثرت سے آرہی تھیں جیسے شہد کی مکھیوں کی بھینٹا ہٹ رہی ہے۔ (تلبیس ابلیس)

بقیہ ص ۵۸: مرسل گئی۔ اس لئے اونٹ کی ہڈی پھینک دی۔ ابوذر رضی اللہ عنہ تلاش کرتے کرتے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درہ دولت پر پہنچے۔ کعب وہیں موجود تھے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ امیر المؤمنین نے اجازت دے دی۔ جب اندر داخل ہوئے تو کعب ڈر کے مارے اٹھ کر امیر المؤمنین کے پیچھے جا بیٹھے۔ امیر المؤمنین نے کعب سے پوچھا کہ عبد الرحمن بہت بڑی دولت چھوڑ گئے ہیں۔ تمہاری اس میں کیا بات ہے؟ کعب بولے اگر اس مال میں سے زکوٰۃ دیتے اور اللہ کا حق ادا کرتے رہتے تھے تو کچھ ڈر نہیں۔ یہ سنکر ابوذر رضی اللہ عنہ مغلوب الغضب ہو کر بولے، یہودیہ کے بچے! تو ایسی بات کہتا ہے؟ اور لاٹھی اٹھا کر کعب کے مار دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیچ دیا

اگر تم کہو کہ وہ ہماری ماں نہیں ہیں، تو تم دن صبح کا انکار کرنے کے باعث، اسلام سے خارج ہوئے۔ اور اگر تم یہ کہو کہ ہم ان کو مخلوق بنائیں گے، یا ان سے وہ بات حلال کریں گے جو دوسری عورتوں سے حلال ہوا کرتی ہے، تو اس صورت میں بھی تم اسلام سے خارج ہو گئے۔ خارجی اس پر بھی لا جواب ہو گئے۔ اور ابن عباس نے پوچھا کہ بتاؤ کہ میں تمہارے دوسرے اعتراض سے بھی سبکدوش ہو گیا یا نہیں؟ بولے ہاں ہو گئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رہا تمہارا یہ قول کہ علی رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین کا لفظ اپنے نام سے مٹا دیا۔ اس کا جواب یہ ہے، کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کے ساتھ مفاہمت کی۔ اور مشرکوں کے سردار ابو سفیان اور سمیل بن عمرو وغیرہ کے ساتھ عہد نامہ لکھنے بیٹھے، تو فرمایا کہ لکھو: ہٰذَا مَا صَلَّحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، دیکھو وہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ اور اہل مکہ میں طے ہوا، تو مشرکوں نے کہا، واللہ ہم یہ نہیں جانتے کہ تم رسول اللہ ہو۔ اور اگر ہم تم کو رسول اللہ تسلیم کرتے تو تم سے قتال نہ کرتے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اتنی بات جانتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو عہد نامہ لکھنے بیٹھے تھے، فرمایا کہ رسول اللہ کا لفظ مٹا دو۔ اور اس کی بجائے محمد بن عبد اللہ لکھ دو۔

اب تم دیکھو کہ علی رضی اللہ عنہ سے بہتر ہستی نے رسول اللہ کا لفظ اپنے نام مبارک سے محو کرا دیا۔ حالانکہ آپ ایسا کرنے میں رسول اللہ ہونے سے خارج نہیں ہو

یہودیت چھوڑ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے

مٹا دیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار کو یہودیہ کا بچہ اس لئے کہا کہ وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت

شاہ جہان کی نظربندی اور اس کے اسباب

————— (اداش) —————

نہیں بھیجیں گے۔ اس امتناع سے اس کی یہ غرض تھی کہ تینوں بھائی باپ کی بیماری اور اس کے عیان حکومت سنبھالنے سے بے خبر رہیں۔

لیکن یہ حالات ایسے نہ تھے جو چھپائے چھپ سکتے۔ چنانچہ ہر جگہ خبریں پہنچ گئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شجاع نے جو داراشکوہ سے چھوٹا اور عالمگیر سے بڑا تھا، بنگال میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اسی طرح مراد نے احمد آباد و گجرات میں علم خود سری بلند کیا۔ البتہ عالمگیر وہ شاہزادہ تھا، جس نے اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے کوئی پیش دستی نہ کی۔ بلکہ مراد کو لکھ بھیجا کہ ابھی حضور اقدس دنیا میں زندہ سلامت موجود ہیں۔ موجودہ وقت میں تمہیں کوئی ایسی حرکت نہ کرنی چاہئے تھی۔

ہمدردی سے شفا یاب ہونے
سوار کی ولیعهدی دہر کے بعد شاہ جہان نے دربار عام منعقد کر کے داراشکوہ کی ولایت احمد کا اعلان کیا۔ اور تمام عمائد سلطنت کو اس کی اطاعت و فرماں پذیری کی تاکید کی۔ گو اسلام کے نظام حکمرانی میں کوئی ایسا ضابطہ نہیں ہے، جس کے رو سے کسی والشی ملک کا کوئی بیٹا باپ کا جانشین ہو۔ مگر مغلوں اور دنیا کی دوسری حکمران قوموں میں عام طور پر یہی رواج ہو گیا تھا، کہ باپ کے بعد بیٹا تخت نشین ہو۔

عالمگیر اور نگ زیب کے دامن اخلاق پر سب سے زیادہ بدنام داغ یہ بتایا جاتا ہے، کہ اس نے عیان سلطنت ہاتھ میں لینے کے بعد اپنے بوڑھے باپ شاہ جہان بادشاہ کو قلعے میں نظر بند کر کے اس کی آزادی سلب کر لی۔ بظاہر یہ ایک ایسا شرمناک فعل ہے، جس کے ارتکاب کی کسی ذی حیث مسلمان سے امید نہیں ہو سکتی۔ چہ جائیکہ عالمگیر جیسا متقی اور متشدد شخص اس کا مرتکب ہو۔ اس لئے ضرورت ہے، کہ ٹھنڈے دل سے اس کے اسباب تلاش کر کے حقیقت نفس الامر کو منہ سے نکال دیا جائے۔

وارث کا عیان حکومت ہاتھ میں لینا

داراشکوہ جو شاہ جہان کا سب سے بڑا لڑکا تھا باپ کا بڑا لاڈلا اور محبوب فرزند تھا۔ شاہ جہان اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ اور ہمیشہ اس کی رضا جوئی کا طالب رہتا تھا۔ داراشکوہ باپ کے پاس دارالسلطنت آگرہ میں اور تین چھوٹے بیٹے شجاع، عالمگیر اور نگ زیب اور مراد باہر تھے۔ ۷۶ رخی الحجہ ۱۰۶۶ء کو شاہ جہان بیمار ہو کر گاردوار سلطنت سے معذور ہو گیا۔ داراشکوہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر امور سلطنت کی عیان اختیار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور سب سے بڑی حماقت یہ کی، کہ تینوں بھائیوں کے جو سفر داربار میں رہتے تھے، ان سے چپکے لے لئے، کہ دربار کی کوئی خبر

اور بیٹوں میں بھی اس کا بڑا اثر کا وارث تاج و تخت سمجھا جاتا تھا۔ اس لحاظ سے شاہ جہان کا دربار کو ولیعهد بنانا تو محل اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن اسکو مطلق العنان چھوڑ کر اور اس کی بیجا حمایت کر کے حالات کو اور زیادہ بگاڑ دیا۔

ان ایام میں عالمگیر محاصرہ اٹھانے کا فرمان : سوارنگ زیب

باپ کے حکم سے گلبرگہ (واقع بیجاپور) کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ دارائے شاہ جہان کے نام سے تمام افسروں اور فوجوں کے نام جو عالمگیر کے زیر قیادت مصروف جنگ تھیں۔ حکم بھیج دیا کہ فوراً عالمگیر کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے آئیں۔ یہ حکم پاکر مہابت خان امیر لشکر عالمگیر کی اجازت کے بغیر فوجوں کو لئے ہوئے

دارالسلطنت کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور یہ مصمنا تمام رہ گئی۔ حالانکہ یہ محاصرہ قریب الاغتمام تھا۔ کیونکہ محصورین کی طرف سے اطاعت و مصاحبت کی گنگو شروع ہو چکی تھی۔ داراشکوہ نے نہ صرف محاصرہ اٹھانے کا حکم دیا، بلکہ والی بیجاپور کے نام شفقت آمیز پیغام بھیج کر اس کو اپنا دوست اور عالمگیر کا دشمن بھی بنا دیا۔ اس کارستانی سے عالمگیر بڑی مشکلات میں گھر گیا۔ لیکن یہ اس کے تیر اقبال کا کرشمہ تھا، کہ معان مصائب کے گرداب سے نکل گیا۔

شاہی خزانہ اور توپ خانہ پر غارت

اس کی بدولت یہ ہوئی، کہ لشکر شاہی کی واپسی کے بعد معظم ان بیدر سے دارالسلطنت

اگرہ کو جاتے ہوئے ادھر سے گزرا۔ اس کے ساتھ شاہی خزانہ، توپ خانہ اور بہت سے ہاتھی بھی تھے۔ اگر عالمگیر یہ سارا سامان اور توپ خانہ داراشکوہ کے پاس جانے دیتا، تو یہ اس کی بہت بڑی حق تھی۔ عالمگیر نے معظم خان کو اپنی رفاقت اختیار کرنے کی دعوت دی۔ لیکن اس نے انکار کرتے ہوئے بر ملا کہدیا کہ بادشاہ کے مرتجع حکم کی موجودگی میں میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اب عالمگیر نے اپنے بیٹے محمد سلطان کے ہاتھ اس کو کھلا بھیجا، کہ کم از کم بادشاہ کے پاس میرا پیغام تو لیتے جاؤ۔ اور محمد سلطان کو سمجھا دیا کہ جس طرح بن پڑے اس کو میرے پاس لاؤ۔

چنانچہ محمد سلطان گیا، اور اس کو باتوں میں لگا کر باپ کے پاس لے آیا۔ عالمگیر کے ساتھیوں نے اس کے حکم سے اس کو گرفتار کر کے ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر معظم خان کے ساتھیوں نے عالمگیر کی اطاعت قبول کر لی۔

شاہی لشکر کی ہزیمت : مخالف جو ظلم آرائیاں

کیں، ان میں ایک یہ بھی تھی، کہ عینی بیگ کو جو دارالسلطنت میں عالمگیر کی طرف سے سفیر تھا قید کر کے اس جرم نا آشنا کا گھر ضبط کر لیا۔ اور پھر اسی پر گرفتار کیا۔ بلکہ اب اس نے راجہ جسونت سنگھ والی جو دھپور کو ایک فوج گراں اور توپ خانہ کے ساتھ عالمگیر کا قلع قمع کرنے کو روانہ کر دیا۔

قبل اس کے کہ جسونت سنگھ شاہی فوجیں لئے ہوئے پہنچے، عالمگیر کی اپنے چھوٹے

عالمگیر کی جان ستانی کا شاہجہانی منصوبہ

سموگرٹھ کے میدان سے بھاگ دارشکوہ آگرہ پہنچا۔ اور کروڑوں روپیہ کا زرو جو اہر اور اہل و عیال کو ساتھ لے کر لاہور آنے کے قصد سے عازم دہلی ہوا۔ شاہ جہان کو دارا کے مستقبل کی طرف سے اب تک مایوسی نہیں ہوئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ تدبیر سیاست سے عالمگیر کی فتح ہر میت میں تبدیل کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ایک نو اس نے دارا کو پیغام بھیجا کہ تم دلی سے کہیں دور نہ جانا۔ میں تمہارے لئے تدبیریں کر رہا ہوں۔ اور دوسرے حمایت خان حاکم کابل کے نام ایک مکتوب بھیجا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فرزند مظلوم داراشکوہ شکست کھا کر ہارم لاہور ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اس کی رفاقت اختیار کر کے نابینہ دار (عالمگیر اورنگ زیب) کی سرکوبی کرو۔ یاد رہے کہ حمایت خان حاکم کابل وہی سپہ سالار ہے جو عالمگیر کی بے اجازت گلبرگہ کا محاصرہ چھوڑ کر فوجوں سمیت آگرہ چلا آیا تھا۔

دارا کے غیر اسلامی عقائد : شاہ جہان کی انتہائی کوشش

تھی کہ داراشکوہ کی ولیحدی بحال ہے۔ اور وہ اس کے بعد تخت سلطنت کا مالک ہو۔ ظاہر ہے کہ ایک اسلامی سلطنت کا فرمان روا مسلمان ہی ہو سکتا ہے۔ حالانکہ دارا کے مذہبی رجحانات کو دیکھتے ہوئے ہم اس کو یہ مشکل مسلمان منصوبہ کر سکتے ہیں۔ خانی خان لکھتا ہے کہ دارا نے

بھائی مراد سے یہ قرار داد ہو چکی تھی کہ فلاں مقام پر دونوں مل جائیں گے۔ چنانچہ ۲۰ رجب ۱۰۶۸ھ کو دونوں بھائی آجین کے قریب یاہم مل گئے۔ جس وقت سنگھ فوجیں لئے ہوئے بڑھا۔ اور عالمگیر اور مراد کی متحدہ فوج سے متصادم ہوا۔ اس لڑائی میں شاہی لشکر منہزم ہوا۔ اور جس وقت سنگھ ہر میت کھا کر بودھ پور کو بھاگ گیا۔ اب عالمگیر نے آگرہ کی طرف پیش قدمی شروع کی۔

جب جس وقت سنگھ کی ہر میت کی فہر دار السلطنت میں پہنچی تو دارا بذات خود ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ عالمگیر کے مقابلہ کو نکلا۔ شاہ جہان نے اس کو بار بار نہایت اصرار کے ساتھ سمجھایا کہ فوج کشی کی ضرورت نہیں۔ میں ایک تدبیر سے آٹا فانا اس فتنہ کا سد باب کر دیتا ہوں۔ لیکن جب داراشکوہ نے اس فمائش کو کسی طرح قبول نہ کیا، تو شاہ جہان نے اس کو اپنے اصطل کے خاص گھوڑے اور اپنا شاہی رتھ، کئی ہاتھی اور بیشمار زرو جو اہر عطا کر کے فتح و نصرت کی دعا میں دیتے ہوئے رخصت کیا۔

دارا کا منہزم ہو کر بھاگنا : ۱۶ شعبان ۱۰۶۸ھ

سموگرٹھ میں نیمہ دن ہوا۔ جہاں عالمگیر اور مراد فوجیں لئے ہوئے پڑے تھے۔ اگلے دن لڑائی ہوئی، جس میں دارا نے شکست کھائی۔ اور راہ فرار اختیار کر کے آگرہ میں جا کر دم لیا۔ اب عالمگیر کے لئے آگرہ کی راہ کھلی تھی۔ اور اس میں کوئی مزاحمت نہ رہ گئی تھی۔

عالمگیر کے مخلصانہ خط کا مناقبہ جواب

ہمو گروہ جہاں دارا اور اورنگ زیب معرکہ آرا رہے ہوئے تھے۔ اگر وہ صرف سات میل کی مسافت پر تھا۔ دارا کی ہزیمت و فرار کے بعد عالمگیر نے ایک عرضداشت کے ذریعہ سے اپنے باپ شاہجہان کو تمام واقعات کی اطلاع دی۔ باپ نے اس کے جواب میں شفقت آمیز خط بھیجا۔ جس میں لکھا کہ بیشک دارا نے جو کچھ کیا نامناسب تھا۔ اور ہم تم سے ابتدا ہی سے دلی شفقت رکھتے ہیں۔ پس تم پر لازم ہے کہ تم جلد یہاں پہنچ جاؤ۔ تاکہ تمہارے مشورہ اور ہدایت سے ان امور کو منتظم کیا جائے جو موجودہ حوادث میں اتر ہو گئے ہیں۔

قتل کیلئے تاتاری مسلح عورتوں کا تقرر

حسب بیان علامہ شبلی مرحوم سفر نامہ ڈاکٹر برنیر ترجمہ اردو جلد اول ص ۱۱۳ میں لکھا ہے کہ شاہ جہان نے عالمگیر اورنگ زیب کو بلا بھیجا تھا، مگر اس محتاط شاہزادے کو باپ پر اعتماد نہ تھا۔ اس لئے اس نے بیرون آگرہ پہنچنے کے بعد قلعہ میں جانے کی ہرأت نہ کی۔ کیونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ طلبی کا خط محض ایک چکر ہے۔ اس نے تاتاری عورتوں میں سے جو محل سرا میں چوکی پرہ پر متعین رہتی ہیں کچھ قومی ہیکل اور مضبوط مسلح عورتیں اس قصد سے متعین کر رکھی ہیں کہ جب اورنگ زیب عالمگیر قلعہ میں داخل ہو تو فوراً اس پر ٹوٹ پڑیں۔ محبت پدری کا جال ہر اب شاہ جہان نے

صوفی مشرب لمحدوں کی تقلید میں تصوف کو بدنام کر رکھا تھا۔ اس زعم میں کفر اور اسلام دو توأم بھاٹی ہیں۔ کئی سال تک وہ اس باب میں تالیف کرتا، اور برہمنوں اور گوسائیوں کی موافقت کا دم بھرتا رہا۔ دارا کو عوام کے رجحانات یا علالتے اسلام کے طریقہ کا سے معلوم ہو چکا تھا کہ مسلمان اسے مسلمان نہیں سمجھتے۔ اس نے اپنے خط میں جو شاہ دربار کے نام تھا لکھا تھا کہ اس طائفہ شریفہ کی صحبت کی برکت سے اس فقیر کے دل سے اسلام مجازی نکل کر کفر حقیقی رونما ہو چکا ہے۔ اس نے ہید کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ اور ویدوں کو صحیفہ آسمانی قرار دیکر ان کو توحید الہی کا ظہم بردار ٹھہرایا۔ حالانکہ ویدوں میں عناصر پرستی اور خیالی دیوتاؤں کی حمد و ثناء اور فرضی معبودوں سے طلب حاجات کے منتروں کے سوا اور کچھ نہیں۔ عالمگیر نامہ میں ہے کہ دارا نے اپنی انگوٹھی پر لفظ بھو کندہ کر رکھا تھا۔ اور نماز روزہ اور دوسرے ارکان اسلام کو خیر باد کہہ دیا تھا۔

دارا شکوہ اوائل میں صوفیہ کرام کا معتقد تھا۔ چنانچہ اس نے ان کے حالات و مقالات و مقالات پر کتاب سفینۃ الاولیاء لکھی۔ جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت میاں میر لاہوری کے ایک خلیفہ کا مرید تھا۔ لیکن کتاب روغنہ قیومیۃ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد میں اس کے دل میں سکھوں کے گروؤں کا اعتقاد راسخ ہو گیا۔ چنانچہ اس کے عہد اقتدار میں گروؤں کی خاطر مارات کے لئے سرودہ بار بھنگ گھسا کرتی تھی۔

جہاں آراء اور دوسرے صلاح کاروں کے مشورہ پر ایک اور خط میں اپنی علالت کمزوری کا حذر اور عالمگیر کی نرم مزاجی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی محبت پدی کا جال بچھایا۔ اور اپنے دو معتمد مشیروں فاضل خان اور خلیل اللہ خان کو یہ خط دیکر بھیجا۔ اور ان کو تاکید کی کہ جس طرح بن پڑے عالمگیر کو سمجھا کر قلعہ میں لے آئیں۔ یہ دونوں قاصد طرح طرح کی باتیں بنا کر عالمگیر کو اس پر آمادہ کرتے رہے۔ کہ وہ چل کر باپ سے ملے۔

آخر عالمگیر نے خلیل اللہ خان کو خدا کی قسم دیکر اس سے پوچھا کہ کیا تمہارے خیال میں میرا شاہ بابا کے حضور میں حاضر ہونا ہر قسم کے خطرہ سے خالی ہے؟ یہ سن کر خلیل اللہ خان کا سر جھک گیا۔ اور اس نے کہا، عالی جاہ! میں اس بارہ میں آپ کو کوئی یقین نہیں دلا سکتا۔ عالمگیر اسی شش پنج میں تھا، کہ باپ سے جا کر ملوں، یا نہ ملوں۔ عاقل خان رازی مشورہ رقم طراز ہے، کہ عین اس وقت کہ عالمگیر خیر خواہان دولت کی باتیں سن کر سوچ رہا تھا کہ کیا کیا جائے؟ دفعۃً ماہر دل خان چیلہ جو شاہجہان کا نہایت معتمد علیہ تھا، لشکر کے قریب ہی جاتا دکھائی دیا۔ عالمگیری سپاہ کے بعض عمدہ داروں نے اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس سے ایک خط برآمد ہوا۔ عمدہ دار اس کو عالمگیر کے پاس لے آئے۔ خط پڑھا گیا۔

یہ خط شاہ دارا کے نام شاہجہان کا مخفی خط تھا۔ جہاں کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اس میں داراشکوہ کو تاکید کی گئی تھی، کہ تم جلدی سے آگے نہ بڑھو۔ قریب ہی کہیں

قیام کرو۔ ہم غنقریب اس مہم کا فیصلہ کئے دیتے ہیں۔ شاہ جہاں نے یہ خط خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر بڑی احتیاط سے قاصد کے حوالے کیا تھا۔ اور اس کو تاکید کی تھی کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہونے پائے۔ اور یلغار کرتے ہوئے داراشکوہ کے پاس سے اس کا جواب لاؤ۔ اس خط سے عالمگیر کے ان ہوا خواہوں کی رائے کی تصدیق ہو گئی جو اس قلعہ میں جانے سے روکتے تھے۔

قلعہ آگرہ پر حمل و دخل کرنے کا فرمان

آب اور نگ زیب نے اپنے فرزند شاہزادہ محمد سلطان کو حکم دیا کہ جا کر قلعہ شاہی پر قبضہ کر لو۔ چنانچہ اسی رات عالمگیری سپاہ نے بڑھ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ آخر شاہجہان نے اعتراف شکست کرتے ہوئے ہوالگی قلعہ پر آمادگی ظاہر کی۔ شاہزادہ محمد سلطان اور چند امراء الر رمضان المبارک ۱۰۶۸ھ کے دن قلعہ میں داخل ہوئے۔ اور قلعہ کی عمارتوں اور برجوں پر قبضہ کر کے اپنے معتمدین و ہاں متعین کر دیئے۔ اب محمد سلطان حضور اقدس میں حاضر ہوا۔ کورٹش بجالایا۔ اور تسلیات ادا کیں۔ شاہ جہان نے خوش ہو کر اپنے پوتے کو ایک شمشیر مرصع عنایت فرمائی۔ اتنے میں عالمگیر نے باپ کے پاس پیغام بھیج دیا، کہ اب آپ قلعہ کے باہر قدم رنجہ نہ فرمائیے گا۔ کیونکہ اب حقیقت کسی مزید دلیل و برہان کی محتاج نہ تھی، کہ باپ دارا کو برسر عروج دیکھنے کے لئے اور نگ زیب کے در پہ قتل ہے۔ اور شخصی حکومتوں کی تاریخ میں باپ بیٹوں

دہائی آئندہ (جورجون کے بیانات سے شخص میں سب ذیلی میں شاہجہان کو انکا نظر نہ بنی کہ کو انکے ایک ہندو متوجہ پر فیہرہ وادہ فافہ سرکار کی تاریخ سے پیش کئے جاتے ہیں و)

کتاب ترین کیفیت

- پیغمبرِ حق، حضرت مولانا ظہیر صاحب گوی برحق کی آخری حرکت اللہ تعالیٰ پر مشتمل تھی۔ قیمت ۱۰/-
- تفسیر آیت مباہلہ: کے بڑے مخالف کا ازالہ۔ مصنف مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، قرآن مجید کی ان تمام آیات کی تفسیر جن میں لفظ آیا ہے۔ اور قیمت چار آنے۔ ۲/-
- تفسیر آیت امامت: در مسئلہ امامت پر سیر حاصل تھی۔ قیمت چار آنے۔ ۲/-
- تفسیر آیت میراث ارض: مصنفہ ایضاً، آیت ولقد کتبنا فی الزبور سورۃ علقا وراشدین کی خلافت کا ثبوت۔ قیمت ۲۰/-
- تفسیر آیت اولی الامر منکم: مصنفہ ایضاً، آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی تفسیر اور شیعوں کے مخالف کا جواب۔ قیمت چار آنے۔ ۲/-
- تفسیر آیت معیت: مصنفہ ایضاً، آیت محمد رسول اللہ، واللہ بین معہ الخ کی تفسیر حضراتِ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا خلیفہ برحق ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت چار آنے۔ ۲/-
- تفسیر آیت مبین: مصنفہ ایضاً، آیت الذین ان امنتم فی الارض الخ کی تفسیر جس سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب و مابین کی بارگاہِ نبوی میں بڑی عزت تھی۔ ان میں سے ہر ایک امامت و خلافت کی قابلیت رکھتا تھا۔ انکی خلافت قرآن کی موجودہ خلافت ہے۔ اور ان کے بعد خلافت کے تمام خدا کے پسندیدہ و مقبول ہیں۔ قیمت چار آنے۔ ۲/-
- تفسیر آیت رضوان: مصنفہ ایضاً، آیت لقد سرحی اللہ عن المؤمنین الخ کی تفسیر جس سے ثابت کیا گیا ہے، کہ حضرت خلفاء ثلاثہ اور تمام صحابہ مدینہ منورہ میں اور خدا نے ان سے اپنی رضامندی کا اعلان کر دیا۔ قیمت ۲۰/-
- تفسیر آیت مودۃ القربی: مصنفہ ایضاً، آیت قل لا استلکم علیہم الخ کی صحیح تفسیر جس سے ثابت کیا گیا ہے، کہ شیعہ مروجہ اس آیت کے حوالہ سے محبت اہل بیت کو اہل رسالت کہتے ہیں، یہ قرآن کی معنوی تشریف اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر نہایت سخت حملہ ہے۔ قیمت ۱۰/-
- ابوالائمہ کی تعلیم: مصنفہ ایضاً، جس میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے، کہ کوئی شخص محبت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اہل بیت نہیں بن سکتا، جب تک کہ مذہب حق اہل سنت و الجماعت اختیار نہ کرے۔ قیمت آٹھ آنے۔ ۸/-
- کشف التلبیس حصہ دوم و سوم: جس میں فضائل صحابہ و دیگر مسائل پر مکمل بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۲۰/-
- علمائے ہند کی شاندار ماضی: کتاب کیا ہو، گرانمایہ دینی اور سیاسی معلومات کا بے ہما ذخیرہ جو ضروری رنگین مجلہ قیمت ۸/-
- غلام احمد غابری: اس کے پڑھنے سے کوئی معقولیت پسندانہ مرزا صاحب کے دعویٰ کا قائل نہیں ہو سکتا۔ قیمت ۱۰/-
- تحقیق فداک: مصنفہ مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری، نہایت بہترین اور قابل دید کتاب ہے۔ قیمت ۲۰/-

ملنے کا پتہ

مکتبہ حبیب الانصار وینچر سالہ شمس اسلام ڈاکخانہ شمس اسلام بھیرو پاکستان